مضامین عالمگیر

یعنی

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق مخالف مورخون نے

جو غلط بیانیان پھیلائی ہین، اُنکی مورخانہ تحقیق و تنقید اور

اصلی واقعات کی تفصیل،

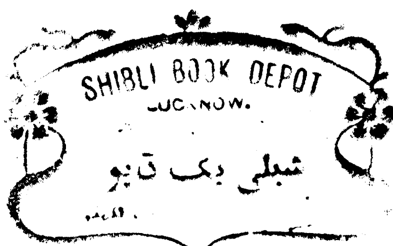
مرتبہ

شبلی نعمانی

باہتمام خواجہ عبدالواحد مالک پریس

مطبوعہ مطبع انتظامی واقع کانپور

سنہ ۱۹۱۱ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اورنگ زیب عالمگیر

فلسفۂ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہین اُسیقدر اُنکی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے، سد سکندر، دیوار قہقہہ، چاہ بابل، آب حیوان، مار ضحاک، جام جم، سے بڑھکر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے، لیکن کیا ان مین ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کی منظر عام پر آجاتے ہین، پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصہ انسانی ہے شہرت عام کی بنا پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہین اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہین آتا، یہان تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات عامہ مین داخل ہو جاتے ہین، حضرت عمرؓ کی نسبت کتب خانۂ اسکندریہ کے جلانے کا حکم کسی بدنیت عیسائی نے دل سے گڑھ کر منسوب کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ

صلیبی لڑائیان جاری تھین اور عیسائی مسلمانون سے نفرت دلانے کے لیے طرح طرح کی تدبیرین اختیار کرتے تھے، اس واقعہ کا کانون مین پڑنا تھا کہ گویا خدا کا خاص قاصد آکر ایک ایک کے کان مین وحی پھونک گیا، بچے، جوان، بوڑھے، جاہل، عالم، رذیل، شریف، نیک، بد، جو تھا یہی راگ گاتا تھا، رفتہ رفتہ تقریر، تحریر، ضرب المثل، تلمیحات، افسانہ کوئی چیز اس سے خالی نہین رہی، لیکن بالآخر تحقیق کی عدالت نے فیصلہ کیا کہ ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ،

عالمگیر کی بدنامی کا قصہ بھی واقعۂ مذکورہ سے کچھ کم نہین، اس کی فرد قرارداد جرم اتنی لنبی ہے کہ شاید کسی مجرم کی نہ ہوگی، باپ کو قید کیا، بھائیون کو قتل کرایا، دکن کی اسلامی ریاستین مٹادین، ہندؤن کو ستایا، بت خانے ڈھائے، مرہٹون کو چھیڑ کر تیموری سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیئے، ع ای تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم،

لیکن اور تمام باتون سے قطع نظر کر کے پہلے یہ دیکھنا ہو کہ اسی خاندان مین عادل سے عادل بادشاہ پر قریب قریب یہی فرد قرارداد جرم قائم ہوسکتی ہو یا نہین، باپ سے بغاوت کی، بھائیون اور بھتیجون کو قتل کرایا[۱]، دکن کی اسلامی ریاست (نظام شاہیہ) مٹادی، ایک سال کے اندر ۶۵ بتخانے منہدم کرادیے[۲]، اور ہمیشہ اس پر فخر کرتا رہا،

[۱] شاہجہان کا بھائی شہریار اور اُس کے بھتیجے طہمورث وہوشنگ (پسر دانیال) خود شاہجہان کے حکم سے قتل کیے گئے، چنانچہ ان کے قتل کے لیئے شاہجہان نے دست خاص سے جو فرمان لکھکر بھیجا تھا اس کے الفاظ یہ ہین،

درین ہنگام کہ آسمان آشوب طلب وزمین فتنہ جواست اگر داور بخش پسر خرد و برادر شہریار و پسران شاہزادۂ دانیال

یہ کون؟ صاحبقران ثانی شاہجہان،

ہم اس اصول سے بے خبر نہین کہ ایک شخص کے بڑے ثابت ہونے سے دوسرا شخص اچھا نہین ہوسکتا، شاہجہان پر اگر الزام ثابت ہو تو اس سے عالمگیر کی براءت نہین ہوسکتی، لیکن آخر یہ مسئلہ غور کے قابل ہی کہ اس کی کیا وجہ ہی کہ شاہجہان کے الزامات کی کسی کو کانون کان خبر بھی نہین اور عالمگیر کے وہی الزامات ع، افسانہ بزم وانجمن ہین،

طالع شہرت رسوائی مجنون بیش است	ورنہ طشت من و او ہر دو زیک بام افتاد

اس عقدہ کا حل کرنا اگرچہ ایک تاریخی فرض ہی لیکن اس سے ایک قومی تفریق کو تحریک ہوتی ہی اس لیے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہین،

عالمگیر کی فرد قرار داد جرم مین سب سے بڑا نمایان واقعہ حیدرآباد کا استیصال ہی، یہ واقعہ مختلف حیثیتون سے اہمیت رکھتا ہی،

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۲، آوارہ صحرای عدم ساختہ دولت خواہان را از تو زع خاطر و شورش دل فارغ سازند بہ صلاح و صواب اقرب ترین تر خواہد بود" (خاتمہ تزک جہانگیری مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۴۲۳) چنانچہ ۲۲ جمادی الاولی ۱۰۳۷ھ کو اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور بقول مورخ جہانگیری گلشن ہستی اس خس و خاشاک سے پاک کردیا گیا ۵۲، اس واقعہ کو عبد الحمید لاہوری نے جو شاہجہان کے دربار کا مورخ تھا، شاہجہان نامہ مین نہایت تفصیل سے لکھا ہے، شاہجہان نے عباس صفوی کو جو خط لکھا ہے، اس مین اس واقعہ کو بڑے فخر سے لکھا ہے، چنانچہ شاہجہان نامہ مین یہ خط بتمامہ منقول ہے،

۱ ریاست حیدرآباد ایک شیعہ ریاست تھی اس لیے اس کی بربادی کے قصد سے عالمگیر کا سخت مذہبی تعصب ثابت ہوتا ہی،

۲ حیدرآباد کے مٹنے سے مرہٹون کو قوت ہوگئی اس لیے یہ پولٹیکل جرم ہی،

اس بناپر ہم سب سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کے طرف متوجہ ہوتے ہین، دکن مین پانچ ریاستین قایم تھین، گولکنڈہ، بیجاپور، خاندیس، برار، احمد نگر، یہ ریاستین باہم لڑتی بھڑتی رہتی تھین، جس کی وجہ سے یہ نوبت پونہچی تھی کہ جب علی عادل نے حسین نظام شاہ کی دستبرد سے تنگ آکر رام راج کو مدد کے لیے بلایا تو گو یہ شرط تھی کہ ہندو مسلمانون کے جان و مال سے متعرض نہ ہونگے تاہم ہندؤن نے احمد نگر مین آکر جو برتاؤ کیا اس کو فرشتہ ان الفاظ مین لکھتا ہی،

در مساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند و ساز نواختہ سرود می گفتند و عدالت پناہ از استماع این اخبار دلگیر شدہ چون منع را قدرت نداشت بہ تغافل می گذرانیدند،

ان خانہ جنگیون کی بدولت تیموریون کو مداخلت کا موقع ملا اور سب سے پہلے اکبر نے بعض ریاستین اپنے زیر اثر کین، جہانگیر اور شاہ جہان چاہتے تھے کہ ان ریاستون سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے پر اکتفا کیا جائے، لیکن یہ ابن الوقت مجبوری کے وقت مطیع ہوجاتے تھے اور پھر موقع پاکر دشمن بن جاتے تھے مجبوراً ان کا استیصال کر کے یہ ریاستین سلطنت تیموری مین شامل کرلی گئین، عالمگیر جب تخت حکومت پر بیٹھا

تو صرف دو سلطنتین حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہ گئی تھین،

اسی اثنا مین سیواجی کے باپ ساہو نے سر اٹھایا، ساہو اور سیواجی کی مفصل داستان اسی مضمون کے دوسرے حصے مین آئے گی، یہان سلسلہ کلام کے لحاظ سے اس قدر یاد رکھنا چاہیے کہ عادل شاہ والی بیجاپور نے پونہ اور سوپہ دو صوبے ساہو کو جاگیر مین دیے تھے سیواجی نے ان علاقون مین بہت سے قلعے بنوائے، عادل شاہ بیمار ہو کر مر گیا، اس کے زمانہ علالت مین سیواجی نے اپنے حدود اور زیادہ وسیع کر کے چالیس قلعے طیار کر لئے، عادل شاہ کا کوئی وارث شرعی نہ تھا، درباریون نے سکندر نام ایک مجہول النسب لڑکے کو اس کا وارث قرار دیکر تخت سلطنت پر بٹھایا، وہ جب بالغ ہوا تو اس نے افضل خان کو سیواجی کے مقابلے پر بھیجا جس کو سیواجی نے دھوکے سے قتل کر ڈالا، یہی سکندر تھا جو عالمگیر کا معاصر اور ہمزمان تھا،

سیواجی نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور اس کا بیٹا سنبھا اس کا جانشین ہوا، سکندر نے اپنی کمزوری یا تیموریہ کی قدیم خاندانی عداوت سے اُس سے سازش کر لی اور عالمگیر کے مقابلہ مین اس کو مدد دیتا رہا، عالمگیر نے بار بار اس کو متنبہ کیا اور ترغیب و ترہیب ہر طرح کی تدبیرین اختیار کین لیکن سکندر کو کچھ احساس نہوا، خافی خان اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے،

"چون از فساد و نفاق بیجاپوری یعنی سکندر والی آنجا کہ وارث ملک ہم نبود، مع ہذا با غنیم رفاقت می نمود، متواتر بعرض رسید و مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و عدہ و وعید صادر گردید فایدہ نہ بخشید"

مجبوراً عالمگیر نے بیجاپور فتح کر کے ممالک محروسہ مین شامل کر لیا، لیکن سکندر سے نہایت عزت و احترام کا برتاؤ کیا، اس کو سکندر خان کا خطاب دیا، خلعت خاص مع تلوار کے جس کے پرتلہ پر موتی ٹکے ہوئے تھے، پھول کٹارہ مع مالائے مروارید جس مین زمرد کا آویزہ تھا، کلغی مرصع اور عصای مرصع عنایت کیا، اس کے ساتھ حکم دیا کہ خاص خیمہ شاہی کے پہلو مین اس کا خیمہ نصب کیا جائے اور ہر قسم کی ضروریات خزانہ شاہی سے مہیا کی جائین، چنانچہ یہ پوری تفصیل عالمگیر نامہ تصنیف مستعد خان ساقی مین مذکور ہی،

حیدرآباد کا فرمان روا عالمگیر کے زمانہ مین ابو الحسن شاہ تھا جو عوام مین تاناشاہ کے نام سے مشہور ہی، قطب شاہ جو اس سے پہلے حیدرآباد کا فرمان روا تھا، اُس نے جب وفات کی تو اس کی کوئی اولاد ذکور نہ تھی، نہ کوئی قریب عزیز تھا، مجبوراً ابو الحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا تخت نشین کیا، ابو الحسن بچپن سے قلندرون کے ساتھ آوارہ پھرتا رہا تھا اس لیے تخت نشینی کے بعد بھی یہ شان قایم رہی، صاحب مآثر الامرا اگرچہ اس کا اس قدر طرفدار ہی، کہ حیدرآباد کی فتح کا جہان ذکر آتا ہی اس کا دل بے اختیار ہو جاتا ہی، تاہم اس کے حال مین لکھتا ہی،

"ابو الحسن والی تلنگ کہ از غایت انہماک در عیش و عشرت گاہے در پانزدہ سالہ حکومت خویش از شہر حیدرآباد غیر از مسافت یک کروہ بہ محمد نگر گلکنڈہ سفر گزین نہ شدہ بود و سوارے ہر روزہ بر وے دشوار بود،" (مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۶ ۵ تذکرہ جان سپار خان)

ابو الحسن کی عیش پرستی نے تمام ریاست کو اس رنگ مین رنگ دیا، اور

ہر طرف علانیہ بد معاشی اور شراب خواری پھیل گئی، خافی خان لکھتا ہے،

"ازان کہ ابوالحسن قطب الملک فرمانروائے حیدرآباد بہ افعال قبیح ارسپون ملک بہ دنا واکنا کہ ہر دو کافر شدید العداوت بودند و سختی و ظلم زیادہ بر مسلمانان می گذشت و فسق و فجور علانیہ از رواج مسکرات و لہو و لعب زیادہ بعرض رسید"

ابوالحسن کو جس نے سلطنت دلائی تھی، وہ سید مظفر نام ایک اولوالعزم امیر تھا، لیکن ابوالحسن نے اس کو معزول کر کے مادنا نام ایک برہمن کو وزارت کے عہدہ پر مامور کیا اور حکومت و سلطنت کے تمام اختیارات اس کو دیدیئے اس کے تسلط اور اقتدار کی یہ نوبت پہونچی کہ ابوالحسن کے سپہ سالار نے جس کا نام ابراہیم خلیل اللہ خان تھا اور بڑے سطوت اور اقتدار کا آدمی تھا، اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا تھا،

زالتفات پادشاہ و پنڈت یعنے مادنا وشن روان   گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خان[۵۱]

مادنا کے تسلط اور اقتدار کی نسبت صاحب مآثرالامرا لکھتا ہے،

"رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار آن دو برادر باہمن شوم ملوم مادنا واکنا کہ خمیر مایہ مفاسد وفتن و مورث وبال و زوال آن دودمان گشتہ، تفویض یافت[۵۲]"

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر دکن میں آگیا تھا، وہ حیدرآباد میں آیا اور ابوالحسن سے کہا کہ آپ اور ہم ملکر شاہی ممالک پر حملہ آور ہوں، چنانچہ ابوالحسن نے

۵۱، مآثرالامرا تذکرہ مہابت خان حیدرآبادی جلد سوم، صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹،

۵۲، مآثرالامرا تذکرہ مہابت خان حیدرآبادی،

پہلے اس نے ۱۶۶۶ میں عبداللہ قطب شاہ سے مادنا اور اسکے بعد ابوالحسن تاناشاہ ہے ۔ گو کندہ در حقیقت مرہٹوں ... خراج گزار ہو گئی تھا ...

فوج اور روپیہ سے اس کی مدد کی، عالمگیر کی تخت نشینی کا اکیسوان سال تھا کہ سیوا نے تیموری حدود حکومت مین گھسکر جالنہ کو برباد کردیا، مآثرالامرا مین اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہی،

"پستر با والی حیدرآباد متفق شدہ قرار داد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمایم اول بہ تسخیر قلاع تردد من باید دید، بدین تقریب فوج وزرا از وگرفتہ بر تنجاور رفت... و در ہمین سال سیوا بر ملک بادشاہی دویدہ پرگنہ جالنہ را ویران ساخت، مآثرالامرا جلد اول از صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹"

سیوا کے مرنے کے بعد جب سنبھا اس کا جانشین ہوا تو ابوالحسن نے اسکو بھی عالمگیر کے مقابلہ مین ہرقسم کی مدد دی اور ایک لاکھ ہون (ایک طلائی سکہ کا نام ہی) نقد بھیجا، چنانچہ خافی خان لکھتا ہی،

"وعلاوہ آن در امداد سنبھاے جہنمی دار الحربی در تاختن ملک و تسخیر قلعہ جات و رساندن لک ہون نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود"

ان سب پر طرہ یہ کہ جس زمانہ مین عالمگیر بیجاپور کے محاصرہ مین مشغول تھا، ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا، کہ ایک طرف سے سنبھا بیشمار فوج لیکر بڑھتا ہی اور دوسری طرف سے مین چالیس ہزار فوج بھیجتا ہون، دیکھون حضرت عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتے ہین، چنانچہ اس واقعہ کو ابوالحسن کے خط کی نقل کے ساتھ تمام مورخون نے نقل کیا ہی، صاحب مآثرالامرا لکھتے ہین،

"چون آن مہم بہ امتداد کشید، بادشاہ کشورکشا بہ اقتضاے صوابدید از اورنگ آباد بہ احمد نگر وازان جا بہ شولاپور معسکر گردانید، ناگاہ ابوالحسن نوشتہ بہ نام حاجب او کہ در فوج فیروزی بود بجنس از نظر بادشاہی گذشت، بدین مضمون کہ تا حال پاس مراسم بزرگ داشت می نمودیم، حالاکہ ایشان سکندر را یتیم وناتوان دانستہ بیجاپور را محاصرہ نمودہ کار بر او تنگ آوردند، واجب آمد کہ سواے جمعیت موفور بیجاپور راجہ سنبھا از طرفے باقشون از شمار افزون جہت کمک آن بے کس کمر سعی بر بندد و ما بہ سرداری خلیل اللہ خان پلنگ حملہ چہل ہزار سوار مستعد پیکار تعین نمائیم و بنیم کہ ایشان کدام کدام طرف مقابلہ ومقاومت خواہند کرد،،

(مآثرالامرا جلد سیوم از صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹")

عالمگیر نے یہ خط پڑھا تو کہا کہ ہم نے ابتک اس بندر نچانے والے کو چھوڑ رکھا تھا، لیکن جب مرغی نے خود آواز دی تو کیا باقی رہا،

بااین ہمہ جب عالمگیر کے حکم سے شاہزادہ معظم شاہ حیدرآباد کی مہم پر روانہ ہوا تو اس نے ابوالحسن کو لکھا کہ شرائط ذیل منظور ہون تو عفو تقصیر کے لیے سفارش کیجائے شرائط یہ تھے

۱ ، مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے،

۲ ، سیرم ورائگیر وغیرہ جو ممالک محروسہ مین داخل تھے اور جنپر غصبا قبضہ کرلیا گیا ہے واپس کر دیئے جائین،

۳ ، پیش کش مقررہ کی باقیات ادا کر دی جائین،

لیکن ابوالحسن نے درباریون کے اغوا سے یہ شرطین منظور نہین کین، چنانچہ خافی خان لکھتا ہی،

"ازان کہ بادشاہزادہ محمد معظم نمی خواست کہ تا مقدور کار بجنگ کشد، بہ خلیل اللہ خان پیغام نمود کہ اگر ابوالحسن بہ اظہار ندامت والتماس عفو تقصیر پیش آمدہ دست اختیار مادنا واکنا را از امور ملکی کوتاہ نمودہ مقید سازد،

دوم آن کہ پرگنات سیرم ورام گیر وغیرہ کہ بہ غصب از تصرف بندہاے بادشاہی بدعوی بیجا برآوردہ دست ازان برداشتہ باز حوالہ منصوبان بادشاہی نماید، دیگر آن کہ باقی پیش کش سابق ولاحق بلا توقف واہمال روانہ بارگاہ آسمان جاہ سازد، برای عفو تقصیرات او بہ حضور معروض داشتہ آید،

امراے ناقص عقل دکن از راہ غرور بہ جواب ہائے مہمل پیش آمدہ در دفعیہ غضب بادشاہی نتوانستند پرداخت

اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم وغیرہ واپس کر دیے جائین، لیکن وہان سے یہ جواب آیا کہ سیرم ہمارے نیزہ کی نوک سے بندھا ہوا ہی[۱]،

انصاف کروان حالات کے ساتھ کہ بادشاہ کو انتظام کی قابلیت نہین، رندی اور عیاشی دربار شاہی سے گذر کر چارون طرف پھیلتی جاتی ہے، وزیر اعظم اور

[۱] خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰۲،

ہندو ہین جو مسلمانون کو پامال کرتے جاتے ہین، مرہٹون کو فوج اور خزانے سے مدد یجارہی ہے کہ تیموری سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا جائے، تیموری علاقون پر غارت گریان ہو رہی ہین، ان حالات کے ساتھ، اکبر تو کیا اگر نوشیروان اور عمر بن عبد العزیز بھی ہوتے تو کیا کرتے؟ وہی کرتے جو دنیا بھر کے الزامون کے ہدف یعنی عالمگیر نے کیا، حملہ کے وقت جب ابوالحسن نے اسی قدیم طریقے پر معافی کی درخواست کی، تو عالمگیر نے حسب ذیل فرمان لکھا،

"اگرچہ افعال قبیح آن بد عاقبت از احاطۂ تحریر بیرون است اما از صد یکے واز بسیار اندکے بہ شمار می آید،

اولا اختیار ملک و سلطنت بکف اقتدار کافر نا فرجام ظالم دادن و سادات و مشایخ و فضلا را منکوب و مغلوب ساختن و در رواج فسق و فجور بہ افراط علانیہ کوشیدن و خود از بادہ پرستی و ریاست و بدمستی دولت در انواع کبائر شب و روز مستغرق بودن، بلکہ کفر از اسلام و ظلم از عدل و فسق از عبادت فرق نہ نمودن و در اعانت کفار حربی اصرار ورزیدن و خود را در عدم اطاعت اوامر و مناہی الٰہی خصوص در مادہ منع معاونت دار الحربی کہ نص کلام مجید بہ تاکید واقع شدہ نزد خلق و خالق مطعون ساختن، چنانچہ مکرر درین باب فرامین نصیحت آمیز مصحوب مردم آداب دان مزاج گرفتہ حضور صادر شد و پنبہ غفلت از گوش نہ کشید، بلکہ درین تازگی فرستادن لک ہون برائے سنبھاے

بدکردار بہ عرض رسید، با این ہمہ غرور و بدمستی بادہ ناکامی نظر بر افعال
وزشتی اعمال خود نہ نمودن و امید رستگاری مہر و وجہان داشتن،

ع زہے تصور باطل زہے خیال محال"

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور انصاف کرو کہ کیا ان مین ایک لفظ
بھی واقعیت اور سچائی سے ہٹا ہوا ہے،

اس بوالعجبی کو دیکھو کہ نعمت خان عالی مصنف مآثر الامرا، خافی خان کے نزدیک
ان سب باتون کے ساتھ بھی حیدرآباد کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے، انکے نزدیک
عالمگیر کا کانشنس خود حیدرآباد کے حملہ کے نام سے کانپ اُٹھتا ہے، وہ حیدرآباد کا
قصد کرتا ہے، لیکن شیخ الاسلام سے فتوی پوچھتا ہے اور وہ کسی طرح اس کی اجازت
نہین دیتے، یہان تک کہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوجاتے ہین[1]، وہ مرزا محمد کو سفارت
کے طور پر ابوالحسن کے پاس بھیجتا ہے، اور خلوت مین لیجا کر اس سے چپکے سے کہتا ہے
کہ ابوالحسن سے اس طرح سختی سے بات چیت کرنا کہ وہ بھی مجبور ہو کر سختی سے پیش آئے
اور مجھ کو حیدرآباد کے حملہ کے لیئے سند ہاتھ آئے[2]، وہ ابوالحسن سے ایک بے بہا
الماس اس غرض سے طلب کرتا ہے کہ وہ انکار کرے اور لڑائی کے لیئے بہانہ
ہاتھ آئے،

---

[1]، مآثر الامراء

[2]، خافی خان جلد دوم صفحہ ۲۹۴،

ان مورخون کی دانشمندی پر غور کرو مرہٹون کی سازش، شاہی مقبوضات پر تصرف، ہندؤن کا تسلط، ملک کی بدانتظامی، فسق وفجور کا رواج، عام مسلمانونکی ذلت و خواری، یہ چیزین حیدرآباد پر حملہ کرنے کے لیے سند نہین بن سکتین صرف سفیر کے ساتھ سخت کلامی، اور الماس کے دینے سے انکار وہ جرم ہے جسکی سند پر عالمگیر بے دریغ حیدرآباد پر حملہ کرسکتا ہی اور پھر اسکو کوئی کسی قسم کا الزام نہین دے سکتا،

عبدالقادر بدیوانی نے نکتہ چینی کے ساتھ اکبر کے صحیح صحیح واقعات قلمبند کیئے، جہانگیر نے اپنے زمانۂ حکومت مین حکم دیدیا کہ اس کتاب کی اشاعت قطعا بند کردی جائے، نعمت خان عالی نے وقایع نعمت خان مین سرتاپا عالمگیر کی ہجو لکھی، لیکن عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے شیعیت کی مناسبت سے نعمت خان کو دانشمند خان کا خطاب دیا، اور وقائع نعمت خان درس مین داخل ہوگئی، عالمگیر کو بہادر شاہ سا جانشین، اور نعمت خان عالی، خافی خان، شاہ نواز خان جیسے واقعہ نگار ہاتھ آئین تو بیچارے کو نیکنامی کی کیا توقع ہوسکتی ہی،

تاہم یہ متعصب مولخ سچ کو نہین چھپا سکے اور خود انھین کے مسلمہ واقعات نے بتادیا کہ حیدرآباد کا استیصال کرنا کسی اسلامی سلطنت کا نہین بلکہ ایک مرہٹی سلطنت کا استیصال کرنا تھا،

ہم نے بعض شیعی احباب کو یہ کہتے سنا ہے کہ عالمگیر نے خود اپنی سلطنت برباد کی، کیونکہ دکن کی ریاستین مرہٹون کو دبائے ہوئے تھین، ان کا دباؤ اُٹھ گیا تو مرہٹے

زور پکڑ گئے، لیکن ہمارے دوستون کو یہ نہین معلوم کہ دکن کی یہ ریاستین، مرہٹون کی گویا باج گذار بن گئی تھین[۱] اور اگر عالمگیر حیدرآباد و بیجاپور کو فتح نہ کر لیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار کی طرح حیدرآباد و بیجاپور پر بھی مرہٹون کا علم لہراتا ہوتا،

عالمگیر اور مرہٹہ

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ دوسرا نمبر ہے اور یہ جرم بجاے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے جسکی تفصیل حسب ذیل ہی،

۱، مرہٹون کا فساد عالمگیر کی ذات سے برپا ہوا،

۲، سیواجی جب عالمگیر کے دربار مین حاضر ہوا تو عالمگیر نے اس سے ایسا برتاو کیا جس سے وہ ناچار سرکشی پر مجبور رہوا، ورنہ فراخ حوصلگی سے کام لیا جاتا تو وہ عالمگیر کا حلقہ بگوش ہو جاتا،

۳، سیواجی کو عالمگیر نے امان دیکر بلایا تھا، لیکن خلاف عہد اسکو نظربند کر دیا،

۴، سیواجی کے جانشینون کے ساتھ عالمگیر نے اچھا سلوک نہین کیا،

۵، عالمگیر مرہٹون کو زیر نہ کر سکا اور چونکہ مرہٹون ہی نے سلطنت تیموریہ کو زیر و زبر کر دیا اس لیے تیموریون کی بربادی کا سبب اصلی خود عالمگیر تھا،

---

[۱]، مستعدخان ساقی، عالمگیرنامہ مین والی بیجاپور کے حال مین لکھتا ہی،

"مغلوب کافر شقاوت قرین سنبھاے بیدین گشتہ"، ابوالحسن کا بھی یہی حال تھا،

ان بحثون کے فیصل کرنے سے پہلے ہم سیواجی کے خاندانکی ابتدائی تاریخ لکھتے ہین، جس سے متنازع فیہ مسئلون کے متعلق آیندہ مدد ملیگی،

سیواجی کا خاندان

سیواجی کا خاندان دراصل مہارانا اودے پور سے تعلق رکھتا ہے، اس خاندان مین سورسین نام ایک شخص بعض اسباب سے چتوڑ چھوڑ کر پرگنہ کرکنب ضلع پرینده ریاست دکن مین چلا آیا، اس کے خاندان مین سے مالوجی اہل وطن سے ناراض ہوکر ایلورہ مین جو دولت آباد کے قریب ہی آکر آباد ہوا،

اس زمانے مین دولت آباد نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، اور یہان کا دیسمکہ یعنی (صوبیدار) لکھی جادو نام ایک شخص تھا، مالوجی نے لکھی جادو کی سرکار مین ملازمت اختیار کی، مالوجی کے دو بیٹے تھے، چونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا (جن کی قبر احمدنگر مین ہے) نہایت معتقد تھا، اس لیے اس نے بیٹون کا نام شاہ صاحب موصوف کے تعلق سے شاہ جی اور شرف جی رکھا، یہی شاہ جی آگے چلکر ساہوجی کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہوجی ہی، جو سیواجی کا باپ تھا، لکھی جادو کے کوئی

سلہ، سیواجی کے خاندان کا حال خافی خان نے اپنی تاریخ مین (جلد دوم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ کلکتہ) اور غلام علی آزاد نے خزانہ عامرہ (صفحہ ۲۹) مین تفصیل سے لکھا ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیلی اور محقق حالات مآثرالامرا مین ہین، چونکہ سیواجی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار مین ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا، اسلیے مآثرالامرا مین اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے، اور اس کے ذیل مین اس کے خاندان کے ابتدائی حالات بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہین، مین نے زیادہ تر حالات اسی کتاب سے لیے ہین،

اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی، شاہ جی چونکہ خوش اندام اور خوش رو تھا، لکھی جادو نے اس کو اپنا متبنی بنایا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اسکو بیاہ دے، لیکن لکھی جادو کے خاندان والون نے اس کو باز رکھا، بالآخر مالوجی نے اننگ پال (ایک معزز زمیندار تھا) کے دربار مین رسائی حاصل کی اور دباو ڈالکر ملوجی کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کردی،

ساہوجی، ساہوجی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار مین توسل پیدا کیا، ۱۰۳۰ھ مین جب نظام شاہ کی فوجون نے نربدا اتر کر مالوا کو غارت کیا، اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کے لیے لشکرکشی کی تو نظام شاہ کے فوجی سردارون مین ساہوجی اور اس کا خسر جادو راے بھی تھا،[۵۱]

جہانگیر نے جب اس کے انتقام کے لیے شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو راے شاہجہان کی خدمت مین حاضر ہوا اور اس کے صلہ مین اسکو پنج ہزاری منصب ملا، اور ارکان خاندان کو بھی حسب مراتب عہدے ملے، لیکن پھر باغی ہو کر ۱۰۴۰ھ مین نظام شاہ کے پاس واپس چلا گیا، نظام شاہ نے اس کو قتل کرا دیا، اس بنا پر ساہوجی نظام شاہ سے ناراض ہو کر شاہجہان کے دربار مین چلا آیا اور پنج ہزاری منصب پر سرفراز ہو اس کے ساتھ خلعت، اسلحہ مرصع، علم نقارہ، اسپ، فیل، اور دو لاکھ نقد انعام مین ملے ساہوجی کے سالون کو بھی جنکا نام بہادر اور جگدیو تھا، پنجہزاری اور چار ہزاری منصب ملے،[۵۲]

---

۵۱ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۱۸، و مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۲۰،

۵۲ خافی خان صفحہ ۴۳۵ و مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۲،

شاہجہان نے نظام شاہ کے بعض علاقے جو عنبر کی جاگیر مین تھے ساہو کو دیدیے تھے،
لیکن جب ۱۰۴۰ھ مین عنبر کا بیٹا فتح خان نظام شاہ سے باغی ہو کر شاہجہان کے دربار
مین چلا آیا، تو شاہجہان نے عنبر کے علاقے ساہو جی سے لیکر فتح خان کو واپس کر دیے،
اس بنا پر ساہو جی ناراض ہو کر عادل شاہ والی بیجاپور سے جا کر مل گیا اور ایک فوج
گران لیکر دولت آباد کی طرف بڑھا،[۱]

ساہو کی تنبیہ کے لیے شاہجہان نے فوجین روانہ کین اور اسی سنہ مین اسکے
اہل وعیال گرفتار ہوئے، ۱۰۴۲ھ مین ساہو جی نے ظفر نگر پر حملہ کیا، ۱۰۴۴ھ مین
اور اضلاع شاہی پر غارت گری کی جسکی پاداش کے لیے اورنگ زیب عالمگیر مامور ہوا،
شاہجہان نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا، اس کے کوئی اولاد نہ تھی،
ساہو جی نے ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہ کا وارث قرار دیکر تخت نشین کیا،
اور تیموری حکومت کے بعض اضلاع دبا لیے،[۲] ان دست درازیون مین عادل شاہ
والی بیجاپور بھی ساہو جی کا برابر کا شریک تھا، چنانچہ ساہو کی اعانت کے لیے
عادل شاہ نے رندولہ کو فوج دیکر بھیجا تھا،[۳]

یہ دست درازیان اس حد تک پہونچین کہ شاہجہان نے بڑے زور شور سے

---

[۱] خافی خان صفحہ ۴۷۶،

[۲] خافی خان صفحہ ۵۲۰،

[۳] سیر المتاخرین حالات ۹ سنہ جلوس شاہجہانی،

اس کے استیصال کا عزم کیا، ۱۰۴۵ھ مطابق ۹ سنہ جلوس مین اڑتالیس ہزار فوج بڑے بڑے امرا کی سپہ سالاری مین دیکر دکن کو روانہ کی، ان مین سے بیس ہزار فوج کا سردار خان زمان کو بنا کر حکم دیا کہ چمار گونڈہ کو جو ساہو کا مستقر ہے برباد کر کے کوکن کے اضلاع کی طرف بڑھے چنانچہ ان فوجون نے ساہو کے پچیس قلعے فتح کر کے ساہو کو بیجاپور تک بھگا دیا، ۱۰۴۶ھ مین ساہو نظام شاہی علاقہ سے بھی نکال دیا گیا، (خافی خان حالات شاہجہان صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۳۹)

ساہوجی نے عادل شاہ کے دربار مین ملازمت اختیار کی، عادل شاہ نے پونہ اور سوپہ اس کو جاگیر مین دیے، سیواجی اب جوان ہو چکا تھا، اور حوصلہ مندی کے جوہر دکھانے لگا تھا، ان اضلاع کا انتظام اس نے اپنے ہاتھ مین لیا اور جا بجا قلعے طیار کرنے شروع کیے، رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو حسب بیان مآثر الامرا پندرہ ہزار تھی طیار کر لی اور اپنی حکومت کے علاقے وسیع کرنے شروع کر دیے، اسی اثنا مین عادل شاہ بیمار پڑا اور دربار مین سخت ابتری پیدا ہو گئی، سیواجی نے آس پاس کے علاقون پر دست درازی شروع کی، دور دور تک کے علاقے زیر اثر کر لیے، تھوڑے دنون مین کوکن کے تمام علاقہ پر جو بیجاپور کی حکومت مین داخل تھا متصرف [1] ہو گیا، سیوا نے قوت پا کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر یا قصبہ آباد اور خوشحال ہوتا، اُس پر چھاپہ مارتا اور لوٹ لیتا، وہان کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیواجی کی عرضی پہونچتی کہ

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۶،

اس ضلع کی آمدنی مین بہت اضافہ ہو سکتا ہے، اضافہ کی شرط پر میری جاگیر مین دیدیا جائے، دربار مین عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی، اس لیے جاگیر دارونکی تحریر پر کوئی متوجہ نہین ہوتا تھا، اور رشوت خوار عمال سیواجی کو جاگیر کی سند لکھکر بھیجدیتے تھے، اسی اثنا مین یعنی ۱۰۶۶ھ مطابق ۳۰ سنہ جلوس مین عادل شاہ مرگیا، اور چونکہ اس کے کوئی اولاد ذکور نہ تھی، درباریون نے ایک مجہول النسب لڑکے کو تخت نشین کیا، جو علی عادل شاہ کے نام سے مشہور رہی، شاہجہان کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ بیجاپور پر قبضہ کر لیا جائے[1]، عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کیا، عادل شاہ نے مجبور ہوکر کرورروپیہ نذرانہ دینا منظور کیا،

اسی اثنا مین شاہجہان بیمار ہوا، داراشکوہ نے ولیعہدی کے دعوے سے زمام سلطنت اپنے ہاتھ مین لی، اور چونکہ سب سے مقدم عالمگیر کا زور توڑنا تھا، تمام امرا اور فوجی افسرون کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیجدیا کہ پایۂ تخت مین واپس آئین، عالمگیر مجبوراً محاصرہ چھوڑکر اورنگ آباد چلا آیا[2]،

اب حالت یہ ہی کہ شاہجہان بیمار اور مسلوب الاختیار ہی، داراشکوہ نے بھائیون کے استیصال کی تیاریان کی ہین، مراد نے گجرات مین سکہ و خطبہ جاری کیا ہے،

---

[1] خافی خان جلد اول صفحہ ۷۴۷،

[2] خافی خان صفحہ ۷۵۷، جلد اول،

شجاع بہ ارادہ حکومت بنگالہ سے دار السلطنت کی طرف بڑھتا آتا ہی، عالمگیر دکن سے روانہ ہوگیا ہی، سیواجی کو کھل کھیلنے کے لیے اس سے زیادہ اور کیا موقع نصیب ہوسکتا تھا، اس نے ہر طرف دست درازیان شروع کردین، چالیس قلعے طیار کرائے، جزیرون مین بحری قوت کا سامان کیا، مرہٹون کی ایک فوج گران طیار کی، اور رفتہ رفتہ بیجاپور کے اکثر اضلاع پر متصرف ہوگیا،

باغبان در صحن گلشن مست خواب افتادہ است　　دست گلچین قتل عام لالہ و گل میکند

علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا، تو اپنے سپہ سالار افضل خان کو سیواجی کے استیصال کے لیے بھیجا، افضل خان نے اس کو محصور کرلیا، سیوا نے عاجز ہوکر مکر و فریب سے کام لینا چاہا خافی خان لکھتا ہی،

"افضل خان کہ از امراے عمدہ و از شجاعان با سرانجام بود بعد رسیدن بر سر او کار برو تنگ کرد و آن مفسد بدسگال چون دید کہ در جنگ صف و محصور گردیدن صرفہ او نمی کند، بہ حیلہ و تزویر و روباہ بازی پیش آمدہ مردم معتمد را در میان انداختہ بہ اظہار ندامت والتماس قبول عفو تقصیرات رجوع آورد[1]"

مآثر عالمگیری مین ہی کہ جب عادل خان نے سیوا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیشدستی کرکے عفو تقصیر کی درخواست کی اور لکھا کہ افضل خان کو بھیجیے کہ مین ان کے ہمرکاب اگر رُو در رو اپنے معروضات پیش کرون، غرض افضل خان دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ

[1] خافی خان صفحہ ۱۱۵ جلد دوم

ہوا، شرط یہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہو، چنانچہ افضل خان جریدہ گیا، لیکن سیوا بچھوا آستین مین چھپائے ہوئے تھا، معانقہ کے ساتھ اسنے افضل خان کا کام تمام کردیا،

عالمگیر کی لشکرکشی، سیوا نے اس پر اکتفا نہ کرکے تیموری حدود حکومت مین بھی دست درازیان شروع کین، عالمگیر اگرچہ ابھی رقیبان سلطنت کے معرکون سے فارغ نہین ہوا تھا، تاہم ۳ سنہ جلوس مطابق جمادی الاول ۱۰۷۰ھ مین شایستہ خان امیر الامرا کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لیے دکن بھیجا، امیر الامرا رجب ۱۰۷۰ھ مین سیوگانون مین داخل ہوا، سیوا اس وقت سوپہ مین تھا، امیر الامرا کی آمد سنکر وہان سے بھاگ گیا امیر الامرا نے سوپہ پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیواپور بھی فتح ہوگئے، پھر چاکنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی مہینے کے بعد محصورین نے امان طلب کی اور قلعہ حوالے کردیا[1]، امیر الامرا نے پونا کو صدر مقام قرار دیکر خود اس محل مین قیام کیا جو سیوا نے اپنے لیے تعمیر کرایا تھا، اور ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لیے فوجین بھیجدین، سیوا جا بجا بھاگتا پھرتا تھا، یہان تک کہ دشوار گذار پہاڑون کی گھاٹیون مین بھی ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ کہین ٹھہر نہین سکتا تھا، خافی خان لکھتا ہے،

"سیوا چنان منکوب و مغلوب ہراس گردیدہ بود کہ میان کوہہائے دشوار گذار ہر ہفتہ و ہر ماہ جائے بسر می برد (جلد دوم صفحہ ۱۷۲)

---

[1] ان واقعات کو مصنف مآثر عالمگیری اور خافی خان نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے،

سیوا نے اب اپنے قدیم طریقے سے کام لیا، ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۳ سنہ جلوس مین امیرالامرا پر شبخون مارا، چونکہ امیرالامرا کی بے احتیاطی سے سیوا کو یہ موقع ہاتھ آیا تھا، اسلیے عالمگیر نے امیرالامرا کو معزول کرکے شاہزادۂ معظم کو اس مہم پر مامور کیا، ×

سیوا نے اب اور ہاتھ پانون نکالے، سورت کے پاس جو بندرگاہ تھے، یعنی جیول وپایل وغیرہ ان پر قبضہ کرلیا اور عام غارتگری کے ساتھ حجاج کے جہاز کو لوٹنا شروع[1] کردیا، عالمگیر نے مہاراجہ جے سنگھ کو جو ریاست جے پور کا راجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا تھا، اس مہم پر مامور کیا اور فوج کا ہراول دلیرخان کو مقرر کیا، جے سنگھ ۱۰۷۵ھ مطابق ۸ سنہ جلوس پونا مین داخل ہوا اور ہر طرف فوجین پھیلا دین دلیرخان نے سات ہزار سوار لیکر پانچ مہینے کی مدت مین سیوا کے تمام علاقے پامال کردیے، سیوا کا خاص دارالسلطنت راجگڈھ اور اس کی ننہال کے لوگ کندانہ مین رہتے تھے، سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہوئے تو تمام اہل وعیال برباد ہوجائینگے، مجبوراً اسنے اطاعت کی سلسلہ جنبانی کی، خافی خان لکھتا ہے،

"کوتاہی سخن کار بر محصوران از سعی بہادران قلعہ کشا تنگ گردید و راہ فرار از اطراف چنان مسدود ساختند کہ ہرچند آن محیل (یعنی حیلہ باز) خواست قبایل را از آن جا بدر بردہ بر مکان دشوار گذار دیگر رسانند و لشکر را برائے تعاقب آنہا سرگردان سازد، نہ توانست و دانست کہ بعد مفتوح گردیدن آن ملجا و ماوائے مستقر الریاست آن واجب السیاست تمام مال و قبیلہ

[1] خافی خان صفحہ ۱۷۷ جلد دوم

دعیال بدسگال، پامال مکافات کردار او خواہد گردید، لہذا چند نفر زبان فہم نزد راجہ (جے سنگھ)
برائے التماس عفو تقصیرات و سپردن بعض قلعہ جات باقی ماندہ و ارادہ دیدن راجہ فرستاد،
(جلد دوم صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱)

مآثر الامرا مین لکھا ہی کہ قلعہ رودرمال کے محاصرہ مین جب قلعہ کا ایک برج توپون سے اُڑا دیا گیا تو دلیر خان نے فوج کو قلعہ کے برج پر چڑھا دیا، سیوا نے دیکھا کہ اب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے جس مین سیوا کے تمام اہل وعیال محصور تھے، مجبور ہوکر صلح کی درخواست کی) مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۵۰ و ۵۱، تذکرہ دلیر خان) لیکن راجہ جے سنگھ کو سیوا کی مکاری کی وجہ سے اس کی باتون پر اعتماد نہین تھا، اس لیے حکم دیا کہ حملہ اور یورش کے سامان اور بڑھا دیئے جائین، اتنے مین خبر پہنچی کہ سیوا قلعہ سے جریدہ نکلکر آرہا ہے، ساتھ ہی چند برہمن جو اس کے معتمد تھے، راجہ کے پاس پہنچے، اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ سخت قسمین کھائین، خافی خان لکھتا ہی،

"راجہ نظر بر مکاری و عیاری او اغماض نمودہ برائے یورش زیادہ از سابق تاکید فرمودہ تا آنکہ خبر رسید کہ سیوا جریدہ از قلعہ فرود آمد و برہمنان معتمد او رسیدہ قسم ہائے شدید بعجز و زاری تمام بہ میان آوردند"

غرض جب اطمینان ہوگیا کہ سیوا عاجزانہ آتا ہے تو راجہ جے سنگھ نے اجازت دی اور ادیب راج اپنے منشی کو استقبال کے لیے بھیجا، لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دیے، کہ سیوا سے ہوشیار رہین، یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے ہتھیار آئے ورنہ

اجازت ہو کہ واپس چلا جائے، سیوؔا جریدہ آیا، جے سنگھ نے مہربانی سے اُٹھکر گلے لگایا، سیوؔا نے ہاتھ جوڑ کر کہا، ادنی گنہگار غلامون کی طرح حاضر ہوا ہون، اب آپ کو اختیار ہے، ماریے یا چھوڑ دیجیے"، خافی خان کے الفاظ یہ ہین،

"بہ طریق بندہائے ذلیل مجرم رو بدین درگاہ آوردہ ام خواہی بہ بخش و خواہی بہ کُش"،

سیوا نے عرض کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیش کش ہین میرا بیٹا سنبھاجی ملازمان شاہی مین داخل کیا جائے، ہین مطلق العنان کسی قلعے مین بسر کرون گا، لیکن جب کبھی ضرورت ہو گی فوراً حاضر ہون گا، جے سنگھ نے اطمینان دلایا اور دلیر خان کو کہلا بھیجا کہ محاصرہ اُٹھا لیا جائے چنانچہ سات ہزار زن و مرد قلعہ سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی، دلیر خان نے اپنی طرف سے تلوار جمدھر، دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا کو عنایت کیے، اور اس کا ہاتھ جے سنگھ کے ہاتھ مین دیا، جے سنگھ نے خلعت، گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا، دلیر خان نے اپنے ہاتھ سے سیوا کی کمر مین تلوار باندھی لیکن سیوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھولکر رکھدی اور کہا کہ "مین بغیر ہتھیار کے خدمت گزاری کرون گا"،

اس سے پہلے جے سنگھ نے سیوا کی معافی کے لیے دربار شاہی مین لکھ بھیجا تھا چنانچہ وہان سے فرمان اور خلعت آیا، سیوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھلائے گئے، چنانچہ فرمان کے استقبال کے لیے سیوا تین میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے

لہ خافی خان، صفحہ ۱۸۱ جلد دوم، بے ہتھیار آنے کی شرط مآثر عالمگیری مین مذکور ہے،

لہ خافی خان صفحہ ۱۸۲ جلد دوم،

آداب بجالایا[1]،

سیوا نے ۳۵ قلعوں مین سے ۲۳ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیے، سیوا کے بیٹے سنبھا کے لیے راجہ جے سنگھ نے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی، چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھا کو فرمان شاہی عنایت ہوا، سیوا ، ذی الحجہ ۱۰۷۵ھ کو جے سنگھ کی خدمت مین حاضر ہوا تھا، اس وقت سے ابتک تلوار نہین باندھتا تھا، لیکن ۲۶ ربیع الاول یعنے قریبًا چار مہینے کے بعد جے سنگھ نے اس کو ہتھیار لگانے کی اجازت دی اور مرصع تلوار عنایت کی،

اس موقع پر یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ، عالمگیر نے جب جے سنگھ کو سیوا کے استیصال کے لیے بھیجا تھا تو عادل شاہ والی بیجاپور کو لکھا تھا کہ وہ بھی اپنی فوجین سیوا کے مقابلے کے لیے بھیجے، عادل شاہ نے بظاہر اس حکم کی تعمیل کی، لیکن وہ دراصل سیوا کے وجود کو پولیٹیکل اغراض کے لیے ضروری سمجھتا تھا، اس لیے مخفی سیوا کو ہر طرح کی مدد دیتا تھا، اور قطب شاہ والی حیدرآباد کو بھی اس کی سفارش کی، مآثر عالمگیری مین اس واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین،

"فرمان کرامت عنوان بہ عادل خان عز صدور یافت کہ او نیز افواج خویش برسر آن بدکیش تعین نماید + + + اگرچہ بظاہر چنین وامی نمود کہ بنابر امتثال امراعلی در دفع او ساعی است و برخی از لشکرہائے خود بہ حدود ولایت آن مخذول تعین نمودہ بود، لیکن ازین جہت کہ دفع آن

---

[1] یہ تمام تفصیل خافی خان مین ہی،

بدنہاد و قلع ریشہ فساد او را بالکلیہ از مقدمات خرابی حال خویش اندیشیدہ صوابِ چنان می دانست کہ آن مقہور میان عساکر منصور و اہل بیجاپور حایل باشد + دریں اوقات بنا بر مصلحت کار خود با او نامہ و پیام و عہود و مواثیق سلسلہ جنبان یک دلی و موافقت گشتہ متفق و ہمداستان شدہ بود و نہانی در مراتب امداد و سعادتش کوشیدہ بہ تفویض اقطاعات و ارسال نقود و دیگر ما یحتاج او را معاونت می کرد، و بدان تدبیر ناقص و اندیشہ واہی قطب الملک را نیز بریں داشتہ بود[۵۱]"

کیا ان واقعات کے بعد بھی عالمگیر کا حملہ بیجاپور اور حیدر آباد پر بے وجہ کہا جا سکتا ہے، یہ ایک اتفاقی حملہ بیچ میں آگیا تھا، اب پھر ہم سیوا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں،

سیوا نے اطاعت قبول کی تیئیس قلعوں کی کنجیاں حوالہ کیں ۹ ؁ جلوس مطابق ۱۰۷۶ھ میں وہ پایۂ تخت یعنی آگرہ کو روانہ ہوا، شہر کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ کو جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا مخلص خان کے ساتھ استقبال کے لیے بھیجا، سیوا دربار میں پہونچکر آداب بجالایا اور نذر پیش کی، عالمگیر نے اشارہ کیا کہ پنج ہزاری امرا کی قطار میں اس کو جگہ دی جائے لیکن سیوا کی توقعات اس سے زیادہ تھیں، اس نے ایک گوشہ میں جا کر رام سنگھ سے شکایت کی اور درد شکم کے بہانہ سے وہیں فرش پر لیٹ گیا[۵۲]، عالمگیر نے حکم دیا کہ فرودگاہ کو واپس جائے،

یورپین مورخین اور ان کے مقلدین نے عالمگیر کی نا عاقبت اندیشیوں اور غلط کاریوں

۵۱، مآثر عالمگیری صفحہ ۹۱۲ و ۹۱۳،

۵۲، مآثر الامرا، تذکرہ راجہ ساہو،

کی جو یادداشت مرتب کی ہے، اس کا پہلا نمبر یہین سے شروع ہوتا ہی، الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہند مین لکھتے ہین،

"اورنگ زیب کو یہ موقع حاصل تھا کہ سیواجی سے اہلیت برتتا اور نہایت سلوک سے پیش آکر اس سے فائدہ اُٹھاتا، مگر جیسی کہ اس کی رائین دین وملت کے معاملہ مین تنگ وتاریک تھین ویسے ہی تدبیر ممالک مین پست وکوتاہ تھین، چنانچہ وہ اپنی طبیعت کو سیواجی کی یکایک تذلیل واہانت سے روک تھام تو سکا مگر اپنے تعصبون سے بالکل کنارہ کش نہو سکا+ حاصل یہ کہ جب سیواجی دہلی کے متصل پہونچا تو ایک کمتر درجہ کا سردار اس کی پیشوائی کو جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ کے ساتھ بھیجا گیا، اور جب وہ خود دربار مین حاضر ہوا تو بات اسکی نہ پوچھی گئی، یہان تک کہ سیواجی نے کمال ادب سے پیش کشین پیش کین اور غالباً یہ چاہا کہ دستور کے موافق تعریف وثنا کے فقرے ادا کر کے بہ خضوع وخشوع تخت کی طرف کو آگے بڑھے مگر جب اُس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھ توجہ نفرمائی اور بلا امتیاز تیسرے درجے کے سردارون مین اسکو کھڑا کیا تو وہ اپنے رنج وغیرت کو روک نہ سکا چنانچہ غصہ اور حمیت کے مارے رنگ اُس کا پلٹ گیا، اور درباریون کی صف سے کچھ پیچھے ہٹا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا، بعد اسکے جب ہوش اسکے ٹھکانے آئے تو رام سنگھ کو اسکے باپ کے دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر بُرا بھلا کہا اور جل بھن کر بادشاہ کے ملازمون سے یہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہ ہو کہ جیسا میری بات کو خاک مین ملایا ویسا ہی مجکو بھی خاک مین ملا دین، یعنی جب آبرو گئی تو جان کی کیا پروا ہی[1]"،

[1] ترجمۂ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈھ، صفحہ ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳،

لین پول، فرایر، برنیر وغیرہ یورپین مصنفین نے بھی اسی کے قریب لکھا ہی،

بعض یورپین مورخون نے یہ بھی لکھا ہی کہ اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے سیواجی کو قید کرلیا اور اس پر پہرے بٹھادیے، اس بحث کے تصفیہ مین امور ذیل تنقیح طلب ہین،

۱، جو برتاؤ سیواجی کے ساتھ کیا گیا، کیا تحقیر اور اہانت کی غرض سے تھا،

۲، کیا سیواجی قید کرلیا گیا تھا،

۳، اگر سیواجی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا تو کیا وہ مطیع بنجاتا

۴، اس واقعہ کے متعلق یورپین اور مسلمان مورخون مین سے کسکی شہادت زیادہ معتبر ہی،

اس امر کو سب مورخین تسلیم کرتے ہین کہ سیواجی کی پیشوائی کے لیے رام سنگھ اور مخلص خان بھیجے گئے تھے، رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا جو امراے عالمگیری مین سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار لشکر تھا، رام سنگھ شاہجہان کے ۱۹ سنہ جلوس مین پانچ سو سوارون کے ساتھ دربار مین آیا تھا اور اس کو ہزاری منصب اور خلعت عطا ہوا تھا، ۲۷ سنہ جلوس شاہجہانی مین اسکا منصب سہ ونیم ہزاری تک پہنچا، عالمگیر کے زمانہ مین وہ معتمد خاص رہا، یہان تک کہ سلیمان شکوہ کے لانے کے لیے عالمگیر نے اسی کو راجہ جے سنگھ کا قایم مقام بناکر بھیجا تھا، سیواجی کی اطاعت کی جس دن خبر آئی عالمگیر نے اس کو زیور مرصع، ہاتھی اور خلعت عطا[1] کیا، چونکہ سیواجی راجہ جے سنگھ کے توسط اور ضمانت سے دربار مین آیا تھا، اس لیے اس کے استقبال کے لیے رام سنگھ سے زیادہ کون موزون ہوسکتا تھا جو اپنے باپ کا فرزند رشید اور اس کا قایم مقام تھا،

[1] ، رام سنگھ کا مفصل اور مستقل تذکرہ مآثر الامرا مین مذکور ہے،

مخلص خان اس کے ساتھ اس لیے بھیجا گیا تھا کہ یہ نہ خیال ہو کہ ہندوپن کے تعصب سے کوئی مسلمان درباری نہین بھیجا گیا،

الفنسٹن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی ممبر مخلص خان کو قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیجدیا گیا تھا، حالانکہ تمام تاریخون مین رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے،

سیواجی کو جو منصب عطا ہوا وہ پنج ہزاری تھا، جس کو الفنسٹن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ مین تیسرے درجہ کا منصب قرار دیتے ہین لیکن ہمارے نامور مورخ کو یہ معلوم نہین کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب اس وقت تک پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا، اس فتح عظیم کے صلہ مین جب اس کے منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہے تب جاکر وہ ہفت ہزاری ہوا ہی ماثر عالمگیری مین ہی،

"نوزدہم ذیحجہ کہ خبر فتح قلعہ پورندھر و کیفیت آمدن سیوا + بہ مسامع جاہ وجلال رسید + دو ہزار سوار از تابینانش دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودند کہ منصبش از اصل واضافہ ہفت ہزاری ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ باشد"[1]

راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس، دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا، کیا ہمارے یورپین دوست یہ چاہتے ہین کہ ایک مفتوح باغی، ایک فاتح حکمران کا ہمسر بنا دیا جاتا،

راجہ جے سنگھ پر موقوف نہین خود وزیر اعظم فاضل خان کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا

---

[1] عالمگیر نامہ کاظم شیرازی صفحہ ۹۰۰،

مہارانا اُدے پور سے زیادہ ہندوستان مین کوئی راجہ معزز نہ تھا، لیکن
جب اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے راناکرن کو یہی پنجہزاری منصب دیا،
اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب حاصل ہوا چنانچہ راجہ کرن کے تذکرہ مین
ماٰثرالامرا کے مصنف نے یہ تمام واقعات درج کیے ہین، کیا سیواجی اُدے پور کے مہارانون سے
بھی زیادہ معزز درجہ رکھتا تھا، ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے باپ ساہوجی نے ۳ جلوس مین
جب شاہ جہان کے دربار مین رسائی حاصل کی ہو تو شاہجہان نے اس کو یہی پنجہزاری منصب عطا
عنایت[1] کیا تھا،

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا؟ شاہی فوجون نے اس کے تمام علاقے
فتح کر لیے تھے، وہ قلعہ مین چارون طرف سے گھر چکا تھا اُس کے خاص صدر نشین قلعے کے برجون
پر شاہی فوج کا پھریرا اُڑ چکا تھا اُن مجبوریون سے وہ ہتھیار رکھکر غلامون کی طرح آیا اور دربار مین
روانہ کیا گیا، تاہم اس کے استقبال کے لیے عالمگیر نے دربار مین سب سے زیادہ جو شخص
موزون ہوسکتا تھا، اس کو بھیجا، پنجہزاری امرا کی صف مین جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا
اس کو جگہ دی، اس سے زیادہ وہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہزن کے لئے
تخت سے اُتر آتا؟ بے شبہہ، یورپ اس قسم کی جھوٹی اور مکارانہ خوشامدون کی مثالین پیش کر سکتا
ہی، لیکن اسلام سے اس کی توقع نہین رکھنی چاہیے،
منصب کی بحث چھوڑ کر سیواجی کا جو اعزاز کیا گیا اس کی کیفیت ماٰثر عالمگیری کی عبارت

[1] ماٰثرالامرا جلد دوم صفحہ ۲۴۳،

ذیل سے معلوم ہوگی،

"چون بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل سُدہ سینہ گردیدہ بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارہ والا بر بساط قرب و منزلت باریافت و در مقامے مناسب کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود با امرائے نامدار و نوینان رفیع مقدار دوش بدوش ایستاد"

جس کتاب کی یہ عبارت ہو وہ خاص عالمگیر کے حکم سے روزنامچہ کے طور پر لکھی گئی ہو اور عالمگیر کو اس کا مسودہ دکھلاکر منظور کرالیا جاتا تھا، اس بنا پر یہ الفاظ گویا عالمگیر کی زبان کے ہین، اِن الفاظ مین صاف تصریح ہے کہ سیوا کو دربار مین وہ جگہ دی گئی جو مقربان دولت اور امرائے نامدار کی جگہ تھی، اگر عالمگیر سیواجی کی تحقیر چاہتا تو اپنے روزنامچہ مین یہ کیون لکھوا تاکہ اس کی توقیر اور عزت کی گئی، دربار مین جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کارروائی تھی جو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہین رہ سکتی تھی، لیکن تاریخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے، اس لیے اگر عالمگیر کو سیوا کی تحقیر مقصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھڑی دو گھڑی کے لیے اس کو ذلت دے اور قیامت تک کے لیے اسکی توقیر اور عزت کا واقعہ تاریخ مین درج ہو جائے،

یورپین مورخون کی سند خافی خان کا بیان ہے جس نے ناراضی کے حسب ذیل اسباب بتلائے ہین،

۱، سیواجی کے بیٹے کو اس سے پہلے پنجہزاری منصب عطا ہو چکا تھا، اس لیے باپ کی عزت بیٹے سے زیادہ ہونی چاہیے تھی،

۲، جے سنگھ نے جو اس کو امیدین دلائی تھین بادشاہ کی طرف سے اسکا اظہار نہین ہوا،

۳، اس کا استقبال اس شان سے نہین ہوا جو اس کے خیال مین تھا،

استقبال کے متعلق تو ہم پہلے لکھ چکے ہین، باقی دو اعتراض توجہ کے قابل ہین،

اصل سوال یہ ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سیوا کی نسبت کیا سفارش کی تھی جسکی بنا پر سیوا نے دربار مین جانا منظور کیا تھا، عالمگیر نے اس سفارش کو منظور کیا یا نہین اور جو امیدین سیوا کو دلائی تھین وہ عالمگیر کی طرف سے پوری کی گیئن، یا نہین؟

اس بات پر تمام مورخین متفق ہین کہ جب سیوا دربار سے ناراض ہو کر چلا آیا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ راجہ جے سنگھ کو کیفیت واقعہ سے اطلاع دیجائے، وہان سے جو جواب آئے اس پر عمل کیا جائے خود خافی خان لکھتا ہے،

"حکم نمودند کہ حقیقت بہ راجہ جے سنگھ نوشتہ تا رسیدن جواب کہ انچہ مصلحت صواب دید داند بہ عمل آید، سیوا بہ مجرا نہ آید"

ماثر عالمگیری مین ہے،

"منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ انچہ صلاح داند معروض دارد تا بہ او معاملہ رود"

جے سنگھ نے جو جواب بھیجا وہ صرف اس قدر تھا، کہ اس کا جرم معاف کر دیا جائے،

ماثر عالمگیری مین ہے،

"درین اثنا عرضداشت راجہ جے سنگھ نیز رسید کہ با او عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم آن مخذول بہ اکثر مصالح اقرب است"

چنانچہ اس عرضی کے آنے کے بعد سیوا کی نگرانی کا جو حکم تھا اُٹھا لیا گیا، اور وہ مطلق العنان کر دیا گیا،

مین نے بنارس مین ایک مشہور کایست خاندان کے ہان ایک قلمی بیاض دیکھی جس مین راجہ جے سنگھ کے وہ خطوط ہین جو اس نے سیوا کے معاملات اور مہمات کے متعلق عالمگیر کو لکھے تھے، ایک خط خاص اس معاملہ کے متعلق ہے، یہ خط ایشیائی عام طریقے کے موافق بہت لمبا چوڑا ہے، لیکن تمام خط مین یہ کہین نہین کہ مین نے سیوا سے ہفت ہزاری منصب کا وعدہ کیا تھا نہ اس قسم کی اور کوئی خواہش مذکور ہے، صرف اس قدر ہے کہ اس کی خاطرداری کیجائے،

تمام موافق اور مخالف مورخون نے لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سنبھاجی (فرزند سیواجی) کے لیے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی وہ منظور ہوئی، اسی طرح نیتوجی (سیواجی کا داماد اور سرلشکر) کے متعلق پنجہزاری کی سفارش راجہ جے سنگھ نے کی اور وہ منظور ہوئی،

جب یہ مسلم ہو کہ جے سنگھ کی سفارشین سنبھاجی وغیرہ کی نسبت پوری پوری منظور ہوئین، جب یہ مسلم ہو کہ کوئی مورخ کنایۃً بھی یہ دعوی نہین کرتا کہ جے سنگھ نے سیواجی کے لیے ہفت ہزاری وغیرہ منصب کی سفارش کی تھی، جب یہ مسلم ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب عالمگیر نے جے سنگھ سے حقیقت حال اور صلاح پوچھی تو اس نے صرف عفو تقصیر اور استمالت کی درخواست کی، تو بداہتہً ثابت ہو کہ سیوا سے ہفت ہزاری وغیرہ کا کوئی وعدہ نہین کیا گیا تھا اور نہ کوئی امر وعدہ کے خلاف عمل مین آیا، اسی بنا پر جے سنگھ نے صرف یہ درخواست کی کہ سیوا کی گستاخی جو اس سے

دربار مین سرزد ہوئی معاف کردیجائے، چنانچہ کوتوال کو جو حکم دیا گیا تھا کہ **سیواجی** کی نگرانی رکھی جائے وہ اُٹھالیا گیا،

خافی خان کا یہ اعتراض کہ سنبھاجی کو جو منصب عطا ہوا تھا **سیوا** کو اس سے زیادہ عطا ہونا چاہیے تھا، بہ ظاہر لگتی ہوئی بات ہی لیکن واقعہ یہ ہے کہ دربار تیموری مین اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باپ بیٹے کو ایک درجے کا منصب عطا کیا جاتا تھا، اور چونکہ ابتداءً کسی شخص کو پنجہزاری سے زیادہ منصب نہین ملسکتا تھا، اس لیے سیوا کو بھی پہلے پہل یہی منصب دیا جاسکتا تھا، جن لوگون کو ہفت ہزاری اور دہ ہزاری وغیرہ منصب ملے ہین سب ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پونہچے ہین یہ قاعدہ کلیہ **سیوا** کے لیے توڑا نہین جاسکتا تھا،

یورپین مورخین کا یہ دعوے کہ اگر **سیوا** سے اچھا برتاؤ کیا جاتا تو وہ حلقہ بگوش بنجاتا، کس قدر تاریخی شہادتون سے کے خلاف ہی، **سیوا** کی تمام زندگی مین پابندی عہد کا کونسا واقعہ ہی؟ **افضل خان** کا دغابازانہ قتل، بیجاپور اور گلکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشین، شہرون اور قصبون پر غفلت و بیخبری مین چھاپے مارنا، کیا ان واقعات سے اسی قسم کے نتائج کی امید ہوسکتی ہے،

شدم آگاہ ز دوا زخوی آن بیدادگر وحشی　　　اگر بعد از وفا این کارہا کردی چہ می کردم

پچھلے بیانات سے اس قدر تو قطعاً ثابت ہوگیا کہ **مرہٹون** کو **عالمگیر** نے نہین چھیڑا تھا، بلکہ **شاہجہان** کی زمانے مین وہ اس قدر قوت پکڑ چکے تھے کہ شاہجہان کو تمام اپنی قوت ان کے مقابلہ مین صرف کردینی پڑی تھی، اور اس نے اس مہم کے سر کرنے کے لیے خود دکن کا سفر کیا تھا، یہ بھی واضح ہوچکا کہ **عالمگیر** کی فوج نے **سیوا** کو اس قدر دست پاچہ کردیا تھا، کہ وہ ہتھیار کے بغیر سپہ سالار

کے پاس حاضر ہو گیا، یہ امر بھی تمام تاریخی شہادتون سے فیصل ہو چکا کہ عالمگیر نے سیوا کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ کسی طرح سیوا کے مرتبہ اور شان کے خلاف نہ تھا، اب گفتگو اس مین ہے کہ کیا سیوا نے اپنی قوت قایم کر لی اور اخیر تک وہ عالمگیر کا حریف مقابل رہا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے جانشینون نے عالمگیر کی سلطنت کا سارا نظام درہم برہم کر دیا،

تمام یورپین مورخون کا بیان ہے کہ عالمگیر مرہٹون کے مقابلہ سے بالکل عاجز آ گیا تھا، یہان تک کہ اس نے مرہٹون کو چوتھ یعنی دکن کے چھ صوبون کی چوتھائی آمدنی دینی منظور کر لی تھی، الفنسٹن صاحب اگرچہ چوتھ دینے کے واقعہ سے منکر ہین، تاہم لکھتے ہین "کہ اورنگ زیب کے سردارون کے تغیر و تبدل سے سیوا جی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا، اس لیے کہ راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوون کا زیادہ خیر خواہ تھا، علاوہ اس کے لوگون کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ ابھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے، غرضکہ ان وسیلون سے سیوا جی نے رفیق اس کو بنایا اور نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ اس کی اور شاہزادہ معظم کی تائید و اعانت سے ایسی عمدہ عمدہ شرطون پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خارج تھین، چنانچہ بہت سا ملک اس کا اس کو واپس دیا گیا اور صوبہ برار مین اس کو جاگیر عنایت کی گئی اور راجائی کا خطاب اس کا تسلیم کیا گیا، اور سارے قصورون سے چشم پوشی برتی گئی[۱]"،

مفصل بحثون سے پہلے ہم دکھلاتے ہین کہ یوروپین مورخ کس طرح واقعہ کی اصلی

[۱] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۱۰۵۰،

حیثیت بدلکر دوسرے قالب مین ڈھال لیتے ہین،

واقعہ یہ ہے کہ جب سیوا بھاگ کر دکن پہونچا اور سنہ جلوس مین معظم شاہ بہراہی جسونت سنگھ دکن کی صوبیداری پر ماموں ہوا تو سیواجی نے جسونت سنگھ کے پاس پیغام بھیجا کہ مین اپنے بیٹے سنبھاجی کو بھیجتا ہون اس کو فوج مین کوئی عہدہ عنایت کیا جائے، جسونت سنگھ نے یہ درخواست منظور کی، سیواجی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شاہزادہ معظم شاہ کی خدمت مین بھیجا، چونکہ سنبھاجی کو پہلے بھی پنجہزاری منصب عالمگیر کے دربار سے مل چکا تھا اور سیواجی کے نظربند ہونے کی حالت مین بھی وہ دربار کی حاضری سے روکا نہین گیا تھا، بلکہ روزانہ حاضر ہو کر مجرا بجالاتا تھا، اس لیے معظم شاہ نے سنبھا کو پنجہزاری منصب عنایت کیا اور صوبہ برار مین اس کو جاگیر عنایت کی،

ماثرالامرا جلد دوم صفحہ ۳۴۸ مین ہی،

"بعد رسیدن بادشاہزادہ بہ مہاراجہ جسونت سنگھ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم بہ منصب سرفراز شود، و با جمعیت بہ کار ماموره پردازد پس از پذیرا شدن این معنی پسر مذکور را با پرتاب راو نامی کارپرداز و جمعیت یک ہزار سوار فرستاده بعد ملازمت بہ منصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطای فیل با یراق مرصع و تیول در صوبہ برار وغیره سربلندی یافت"

یہی عبارت ہی جس سے الفنسٹن صاحب نے واقعات مذکورۂ بالا اخذ کیئے ہین، لیکن اس سے کس رنگ آمیزی سے کام لیا ہے، سیواجی نے اطاعت کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو ملازمت مین بھیجا، درخواست منظور ہوئی اور عہدہ بحال ہوا، عہدہ کی

بحالی اور جاگیر کا عنایت ہونا دربار کی معمولی باتین تھین، سیکڑون عہدہ دار جرم کرتے تھے، برطرف ہوتے تھے پھر معافی مانگ کر بحال ہوتے تھے اور ان کے منصب و جاگیر واپس ملتے تھے، اس مین غیر معمولی اور غیر متوقع کیا بات ہے؟ لیکن الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ "ایسی ایسی عمدہ شرطون پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اس کی توقع سے خارج تھین" غیر متوقع شرطین کیا تھین، وہی عہدہ کی بحالی اور جاگیر، راجائی کے خطاب کا مآثر الامرا مین ذکر نہین، لیکن ہوتا بھی تو کیا؟ راجائی کا خطاب دربار مین چھوٹے چھوٹے عہدہ دارون تک کو ملتا تھا سنبھاجی کو بھی یہی خطاب ملا تھا، لیکن الفنسٹن صاحب اسی خطاب کو اس حیثیت سے ظاہر کرتے ہین کہ گویا سنبھاجی رئیس خود مختار تسلیم کیا گیا، ان سب کے علاوہ راجائی کا خطاب سنبھاجی کو عطا ہوا تھا، الفنسٹن صاحب اس کو سیواجی کی طرف منسوب کرتے ہین، سنبھاجی کو صرف جاگیر عطا ہوئی تھی، جو معمولاً عہدہ دارون کو عطا ہوا کرتی تھی، الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ "اس کا ملک اس کو واپس ہوا" گویا عالمگیر نے اس کا صاحب ملک ہونا تسلیم کر لیا تھا، غور کرو ایک ذراسی عبارت کے مطلب مین الفنسٹن صاحب نے کس قدر تصرفات کیے اور کس قدر توبر تو تحریفات،

چوتھا یہ واقعہ ہے کہ دکن مین ایک مدت سے قاعدہ چلا آتا تھا اور زمانہ حال تک باقی تھا کہ تحصیلدار اور کلکٹر کے بجائے دیسکھ ہوتے تھے، یہ مالگزاری وصول کر کے سرکار مین داخل کرتے تھے اور ان کو رقم موصولہ کا دسوان حصہ یا اس سے زائد ملتا تھا، سیواجی اور اس کے جانشین سنبھاجی اور رام راجا جب مر گئے تو تارا بائی نے جو رام راجا

کی زوجہ اور نہایت بہادر اور صاحب حوصلہ تھی مدت تک شورش اور فساد کا سلسلہ قایم رکھا، لیکن بالآخر عاجز آکر یہ درخواست کی کہ نو روپیہ فی صدی پر دیسمکھی کا منصب عطا کیا جائے لیکن عالمگیر نے منظور نہ کیا، خافی خان لکھتا ہے

"در اواخر عہد خلد مکان (عالمگیر) ہرچند وکلائے تارابائی رانی کہ زن رام راجا باشد و بعد فوت شوہر تا دہ دوازدہ سال دم مخالفت با بادشاہ می زد التماس مصالحہ بشرط عطا نمودن سر دیسمکھی شش صوبہ دکن بدستور سر صدنہ روپیہ رجوع آوردہ بود بادشاہ مغفور از غیرت اسلام و بہان آوردن بعض سبب قبول نہ نمود، (خافی خان صفحہ ۴۸۳)

الفنسٹن صاحب بھی باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کرتے ہین کہ عالمگیر نے مرہٹون کو چوتھ وغیرہ دینا منظور نہین کیا، چنانچہ لکھتے ہین،

"اب بادشاہ کا حال ایسا پتلا ہو گیا تھا کہ کام بخش کے بہکانے بوجھانے سے آشتی کا خواہان ہوا یہانتک کہ اگر مرہٹون کی بیہودہ درخواستون اور ناشایستہ حرکتون سے آشتی کی لکھا پڑھی منقطع نہ ہوتی تو گمان غالب تھا کہ ساہو کو قید سے رہائی بخشتا اور دکن کے محاصل سے فی صدی سالانہ اس طرح عنایت کرتا کہ اس کی بات کو بٹہ نہ لگتا" صفحہ ۱۱۲۶،

عالمگیر کے بعد ۱۱۱۹ھ بزمانہ بہادر شاہ راجہ ساہو کے وکیل نے ذوالفقار خان کے ذریعہ سے سر دیسمکھی کے سند کی درخواست کی، بہادر شاہ نے منظور بھی کر لی، لیکن خود مرہٹون کے آپس کی نااتفاقی کی وجہ سے ملتوی رہ گئی، مولوی غلام علی آزاد نے خزانہ

[1] خافی خان صفحہ ۶۲۶ و ۶۲۷،

عامرہ مین غلطی سے لکھ دیا ہے کہ عالمگیر نے سند لکھدی تھی، لیکن پھر اسکی راے پھر گئی آزاد کی عبارت یہ ہے،

"آخر رای بادشاہ برگشت و میر ملنگ راکہ ہنوز اسناد حوالہ غنیم (مرہٹہ) نکردہ بود بحضور طلبید[۵۱]"

آزاد کا بیان اگرچہ تمام مورخون کے خلاف ہے تاہم اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ بالآخر عالمگیر نے مرہٹون کی درخواست منظور نہین کی، ان شہادتون کے مقابلہ مین یوریین مورخون کا بیان کس قدر تعجب انگیز ہے، لیکن اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو سردیسکھی کا عہدہ رعایا اور ماتحتون کو دیا جاتا ہے، بالکل اس طرح جس طرح یہان انگریزی گورنمنٹ سے پہلے چودھری اور مکھیا ہوتے تھے، آج بھی دکن مین سیکڑون دیسکھ موجود ہین، لیکن یوریین مورخون نے اسکی تعبیر اس طرح کی کہ آج تمام تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہین کہ عالمگیر نے دبکر بطور خراج یا ٹکس کے مرہٹون کو یہ رقم دینی منظور کرلی تھی، ان واقعات سے قیاس ہوسکتا ہے کہ صرف ایک لفظ کے مفہوم بدل دینے سے تاریخ کا رخ کسطرح بدل جاتا ہے،

چوتھ یا دہ یکی کا منظور کرنا تو محض افترا ہے تاہم اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہین ہوتا، مخالف کہ سکتا ہے اور کہتا ہے کہ گو عالمگیر نے کوئی رقم دینی منظور نہ کی ہو، لیکن مرہٹون نے اس کی سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیئے تھے، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین،

"جون جون کہ مرہٹے لوگ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر اسکی مشکلات زیادہ ہوتی گئین یہان تک کہ کبھی کبھی دامن لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے،

---

[۵۱] خزانہ عامرہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴،

اور رسدون کو کاٹتے تھے اور مویشیون کو سامنے سے اُٹھالے جاتے تھے اور چرکٹون کو مار ڈالتے تھے، اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جب تک قوی محافظون کا گروہ ہمراہ نہوتا تھا تب تک اکیلا دو کیلا چھاؤنی سے باہر نہین جاسکتا تھا اور اگر کوئی معمولی ٹکڑا فوج کا انکی دوت دبک کے لیے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اس کو مار پیٹ کر بھگاتے تھے یا بالکل تباہ کر دیتے تھے،،

"عالمگیر کا پچھلا جنگی کام یہ تھا کہ وہ احمدنگر کو لوٹا اور لوٹنے کا حال اس کی ہاری تھکی اور ٹوٹی پھوٹی فوجون سے سمجھا جاسکتا ہے، چنانچہ لشکر کی بھیڑ بھاڑ افسردگی پژمردگی اور بے انتظامی سے پیچھے کو لوٹتی تھی اور بندوقچیون کی متواتر گولی چلانے سے کان انکے بہرے ہوگئے تھے اور بھاگے والون کے دھاوؤن اور للکارون سے بہت گھبرا گئے تھے، اور ہروقت ان کو یہی کھٹکا رہتا تھا کہ اب مرہٹون کی طرف سے عام دھاوا ہوگا اور ہماری بربادی کمال کو پونہچے گی،،

ان واقعات کے طے کرنے کے لیے ہم کو پہلے سیواجی اور اس کے جانشینونکی مختصر تاریخ پیش نظر رکھنی چاہیئے،

سیواجی جب اکبرآباد سے نکلکر دکن پونہچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقون پر غارتگری شروع کی اور متعدد قلعون پر قابض ہوگیا، عالمگیر نے اس کی تنبیہ کے لیے وقتاً فوقتاً فوجین متعین کین جو کبھی فتح پاتی تھین اور کبھی شکست کھاتی تھین بالآخر سنہ ۲۳ جلوس مطابق ۱۰۹۰ھ مین سیواجی نے وفات[1] پائی، سیوا

[1] خافی خان صفحہ ۲۷۱،،

کے بعد اس کا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا، اس نے برہان پور پر دفعۃً حملہ کرکے نہایت سفاکی اور بے دردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر مین آگ لگادی، علما اور مشایخ برہان پور نے ایک محضر طیار کرکے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک اب دار الحرب ہوگیا، اور اب یہان جمعہ اور جماعت جائز نہین،

عالمگیر نے ابتک مرہٹون کی شرارتون پر چندان توجہ نہین کی تھی، لیکن اس واقعہ نے اس کو متاثر کیا اور محضر کے جواب مین لکھا کہ مین خود آتا ہون ۲۵ھ جلوس مین وہ دکن کو روانہ ہوا اور اورنگ آباد مین قیام کرکے اپنے بڑے بیٹے معظم شاہ کو مرہٹون کے استیصال کے لیے روانہ کیا، معظم شاہ کوکن کے تمام علاقون کو پامال کرتا ہوا انتہائے حد تک پونہچ گیا لیکن آب وہوا کی رداءت اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزارون آدمی اور مویشی تباہ ہوگئے اور بالآخر عالمگیر نے اس کو واپس بلالیا، اس کے بعد وقتاً فوقتاً فوجین متعین ہوتی رہین، لیکن چونکہ سنبھاجی کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی، عالمگیر نے مرہٹون کی طرف سے توجہ ہٹاکر حیدرآباد کی طرف رُخ کیا، اور اس کو فتح کرکے ممالک مقبوضہ مین داخل کرلیا،

اس مہم سے فارغ ہوکر ۳۲ھ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ مین مقرب خان کو سنبھا کے استیصال کے لیے روانہ کیا، مقرب خان نے کولاپور مین پہونچکر مقام کیا، یہان اس کو خبر لگی کہ سنبھا دو تین ہزار سوارون کے ساتھ سنگیر مین مقیم ہے، اگرچہ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس کے فاصلے پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ جابجا مقرب خان کو گھوڑے سے اترکر پیادہ چلنا پڑتا تھا، تاہم اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا پہونچا کہ سنبھا خبردار بھی نہ ہونے پایا اور

مقرب خان نے اس کو جالیا، چونکہ مقرب خان کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے، سنبھا نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہوا، چونکہ سنبھا سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیون اور بیرحمانہ غارتگریون سے نالان تھے، اس لیے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو تمام ملک مین خوشی کے غلغلے بلند ہوئے، جب وہ پابہ زنجیر عالمگیر کے دربار مین روانہ کیا گیا تو راہ مین جدھر گذر ہوتا تھا شریف عورتین تک گھرون سے نکل آتی تھین اور خوشیان کرتی تھین، خافی خان لکھتا ہے،

"از زنان مستورات گرفتہ تا مردان دست و پا باختہ از خوش وقتی این خبر خواب نمودہ تا دہ منزل بہ تماشا بر آمدہ شکر گویان استقبال نمودہ بودند، و در ہر قصبہ و دیہات سر راہ و اطراف۔ ہر جا خبر می رسید دُہل شادی نواختہ می گردید و ہر جا گذر می نمودند، در و بام پر از زن و مرد گشتہ شادی کنان تماشا می نمودند"،

غرض سنبھا عالمگیر کے دربار مین حاضر کیا گیا اور چونکہ اس نے رُو در رُو عالمگیر کو سخت گالیان دین عالمگیر نے اس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا پھر آنکھین نکلوا کر قتل کر دیا گیا، اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عالمگیر کے پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہین دی،

سنبھا کے ساتھ اس کا بیٹا ساہو اور اس کی مان بھی گرفتار ہوئی تھی، عالمگیر نے اس موقع پر ایسی فیاض دلی اور وسعت حوصلہ سے کام لیا جس کی نظیر تاریخون مین بہت کم ملسکتی تھی، اس نے ساہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا

اور اس کی سرکار قایم کرکے دیوان اور بخشی مقرر کیے اور حکم دیا کہ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جائے، اس کے چھوٹے بھائیون یعنی مدن سنگھ اور اودھو سنگھ کی بھی اسیطرح قدر افزائی کی

بے شبہہ یہ بڑی فیاضی کا کام تھا لیکن دوراندیشی سے دور تھا خافی خان نے سچ لکھا کہ یہ افعی کشتن وبچہ نگہداشتن تھا[۵۱]

ہندوؤن کے مذہب مین قید کی حالت مین کھانا نہین کھاتے اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا، عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمیدالدین خان کو بھیجا کہ جاکر ساہو سے کہو کہ "تم قید مین نہین بلکہ اپنے گھر مین ہو اس لیے تم کو بے تکلف کھانا چاہیئے[۵۲]"،

عالمگیر کو اس کے مخالف متعصب اور تنگ دل کہتے ہین، لیکن اگر تعصب اسی کا نام ہے تو ہزارون بے تعصبیان اس پر نثار کردینی چاہیئن، عالمگیر کا برتاو اخیر تک ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا، چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد گو ساہو نے خودمختاری کا علم بلند کیا، لیکن عالمگیر کے احسانون کا پھر بھی اتنا اس کو پاس تھا کہ سب سے پہلے اس نے عالمگیر کی قبر کی جاکر زیارت[۵۳] کی،

سنبھا کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کا جانشین ہوا اور متعدد موقعون پر

---

۵۱ خافی خان صفحہ ۳۸۹،

۵۲ مآثر عالمگیری صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ کلکتہ،

۵۳ مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۵۱،

شاہی فوجون کو سخت شکستین دین، اس کی فوج کے دو بڑے سردار سنتا اور دھنتا تھے
جو دس دس بارہ بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے، اوران کا اس قدر
رعب چھاگیا تھا کہ بادشاہی افسران کے مقابلے سے جی چرانے لگے تھے،

مخالفون نے ان واقعات کو بڑے آب ورنگ سے بیان کیا ہے لیکن بہرحال نتیجہ یہ ہوا
کہ سنہ ۱۱۰۸ھ مین سنتا مقتول ہوا اور رام راجا جو اپنے مقبوضہ مقامات سے بھاگ کر آوارہ گرد
برار کے علاقہ مین قصبات اور دیہات کو لوٹتا پھرتا تھا، سنہ ۱۱۱۱ھ مین مرگیا رام راجا کے بعد
اس کی بیوی تارا بائی نے مرہٹون کی سرداری حاصل کی اور رام راجا کی طرح اس نے
بھی عالمگیر کو مدتون پریشان رکھا،

اب عالمگیر نے قطعی ارادہ کرلیا کہ مرہٹون کا بالکل استیصال کردے، اس کے لیے
سب سے مقدم یہ امر تھا، کہ مرہٹون کے قلعے جو اُن کی جاے پناہ تھے فتح کرلیے جائین، یہ
قلعے ایسے محفوظ بلند مستحکم اورچارون طرف سے غارون اور خندقون سے گھرے ہوئے تھے
کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا، بعض بعض دو دو میل کی بلندی پر واقع تھے، راج گڈھ کا
قلعہ جو سیوا جی کا گویا پاے تخت تھا، اس کا دَور بارہ میل کا تھا، راستے اس قدر دشوارگذار
تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر مین ایک ایک کوس طے ہوتا تھا، **لین پول صاحب**
مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہین،

کوہچ کی حالت مین ناممکن العبور دریاؤن، سیلابی وادیون، پرطلاب نالون اور تنگ راستون
نے کس قدر تکلیفین دی ہونگی، جہان سامان رسد مہیا نہ ہوتا تھا، اس کو ٹھہرجانا ہوتا تھا

اور چارہ گھانس کے نہ ملنے سے جانورون اور باربرداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی، کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی، برسات کے سوا گرمیون مین منزلونکی سختی، خیمون کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے،

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۰ برس کی تھی تاہم اس جوان ہمت باد شاہ نے بذات خود اس مہم کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لیے،[۱] الفنسٹن صاحب نہایت ناگواری اور مجبوری سے شہادت دیتے ہین،

اورنگ زیب اپنی چالون چلے گیا، یہان تک کہ اگلے چار برس مین سارے بڑے بڑے قلعون کو اپنے تصرف مین لایا۔ بہت سے محاصرے لمبے چوڑے اور خونون کے پیاسے واقع ہوئے اور دونون طرف سے طرح طرح کی تدبیرین اور بھانت بھانت کی فطرتین برتی گئین، مگر وہ تدبیرین ایسی متواتر مرۃ بعد اخری واقع ہوئین کہ تفصیل ان کی نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے، ہان انجام ان کا یہ ہوا کہ وہ قلعے مذکورہ بالا فتح ہوگئے[۲]"

غرض ۱۱۱۷ھ مطابق ۴۹ جلوس یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹون کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے اور عالمگیر نے دیوا پور مین جو دریاے کرشنا کے قریب ہے قیام کر کے حسین قلیچ خان کو اس کام پر معین کیا کہ تمام ملک مین امن امان کی منادی کرادے اور رعایا کو ترغیب دیجائے کہ اپنے اپنے گھر آکر آباد ہو جائین[۳]،

مرہٹے اب بالکل بے خانمان ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر اِدھر اُدھر قزاقون اور

---

[۱] تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۱۱۱ [۲] آثر عالمگیری صفحہ ۵۰۷،

ڈاکوون کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے، جب کوئی نیا ملک مفتوح ہوتا ہی تو عموما مدت تک یہ حالت باقی رہتی ہے، برھاکو جب انگریزی گورنمنٹ نے فتح کیا تو باوجود اس کے کہ انکے پاس جنگ کا کوئی سروسامان نہ تھا تاہم کئی برس تک اس قسم کی برہمی قایم رہی جس کی پاداش مین انگریزی فوجین دیہات اور قصبات کو آگ لگاتی پھرتی تھین، خود ہندوستان مین ابتدائی عملداری مین مدتون تک پنڈارے کئی کئی سومیل تک کے دھاوے کرتے پھرتے تھے اور اس وقت تک امن قایم نہو سکا جب تک گورنمنٹ نے ان کو بڑی بڑی جاگیرین دیکر راضی نہین کیا،

اس سے بڑھکر تعصب اور ناانصافی کیا ہوگی کہ یورپین مورخ ان قزاقیون کو اس صورت مین دکھاتے ہین کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چارون طرف نوچنے لگے تھے، **الفنسٹن** صاحب لکھتے ہین،

> جون جون کہ مرہٹے لوگ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر مشکلات اس کی زیادہ ہوتی گئین یہان تک کہ کبھی کبھی دامن لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے، اور رسد کو کاٹتے تھے اور مویشیون کو سامنے سے اٹھا لیجاتے تھے، اور چرکٹون کو مار ڈالتے تھے اور پہرہ چوکی والون سے نوک جھوک کرجاتے تھے، اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جب تک قومی محافظون کا گروہ ہمراہ نہ ہوتا تھا تب تک اکیلا دوکیلا چھاونی سے نہ جاسکتا تھا الخ

الفنسٹن صاحب نے گو مرہٹون کی قوت اور عالمگیر کی بے بسی کو بڑے آب ورنگ سے دکھانا چاہا ہے لیکن مرہٹون کے جو اوصاف بیان کیے یعنے رسد پر ڈاکہ ڈالنا، مویشیون کو

اُٹھالیجانا، پہرہ چوکی والون کو چھیڑنا، چرکٹون کو مارڈالنا یہ تو وہی ڈاکون اور رہزنون کے اوصاف ہین، آج اس قوت و تسلط پر سرحدی مقامات مین خود انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ سرحدی قومین اس قسم کی شرارتین کرتی رہتی ہین، کیا اس سے انگریزی گورنمنٹ کی کمزوری اور سرحدی قومون کا تسلط اور استیلا ثابت کیا جا سکتا ہی، ×

یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ کسی طاقت و رحکومت یا قوم کا استیصال دفعۃً نہین ہو سکتا، اودے پور کی ریاست کو بابر نے سخت شکست دی، لیکن اکبر کے زمانہ مین اس کی وہی قوت موجود تھی، اکبر نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور مہینون کے محاصرہ کے بعد، اودے پور کو کامل طور سے فتح کر لیا، مہارانا نے بھاگ کر جنگلون اور پہاڑون مین پناہ لی تاہم جہانگیر کے زمانے مین اودے پور کا پھر وہی شباب تھا اب شاہجہان ولیعہدی کی حالت مین گیا اور اس زور شور سے لڑا کہ مہارانا نے سپر ڈال دی اور اپنے بیٹے کرن کو اظہار اطاعت کے لیے دربار مین بھیجا، کرن نے دربار مین آکر جہانگیر کو سجدہ کیا لیکن جب شاہجہان خود تخت پر بیٹھا تو یہ جھکی ہوئی گردن پھر بلند تھی، شاہجہان نے دوبارہ یہ مہم سر کی، لیکن عالمگیر کے زمانے مین اودے پور وہی اکبر کے زمانے کا اودے پور تھا، البتہ عالمگیر نے پے در پے حملون سے اس کو بالکل تباہ کر دیا اور وہ پھر کبھی سر نہ اُٹھا سکا،

مرہٹے شاہجہان کے زمانے مین پوری قوت حاصل کر چکے تھے، دکن سے مدراس تک پھیل گئے تھے، سیکڑون نہایت مضبوط اور سر بفلک قلعے ان کے قبضے مین تھے، ان سب باتون کے علاوہ وہ ایک جدید زندہ قوم بن رہے تھے اور یہ اس کا عین عروج شباب

تھا اسی حالت مین عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا، اب دیکھو نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ عالمگیر کے جیتے جی، سیوا مر گیا سنبھا مارا گیا رام راجا آوارگی اور صحرا نوردی کی نذر ہوا، سنتا کا سر کٹکر دربار مین پہونچا، غرض علمبرداران بغاوت ایک ایک کرکے مٹا دیے گئے تمام قلعہ جات پر قبضہ کرلیا گیا اور دکن سے لیکر مدراس تک سناٹا ہوگیا،

ہیچ خاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست　　آفتے بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت

اب مرہٹہ کوئی حکومت، یا کوئی قوم نہ تھی بلکہ خانہ بدوش رہزن تھے جو ادھر اُدھر آوارہ پھرتے تھے اور موقع پاکر چوری چھپے لوٹ مار کرتے رہتے تھے عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اُٹھ گیا اب یہ اس کے جانشینون کا کام تھا کہ ان اُڑتے ہوئے ذرون کو بھی فنا کردیتے لیکن خوبی قسمت سے تیموری مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بے درد مورخون نے نالایق اخلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال مین لکھا اس سے بڑھکر کیا ناانصافی ہوسکتی ہے؟ اب یہ حالت ہے کہ اسکول کا ایک ایک بچہ جس کے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے عالمگیر پر نکتہ چینی کے لیے طیار ہے لیکن درحقیقت ان ناوانون کا قصور نہین

قتلم از عشوہ نمائی ہست کہ من می دانم　　سر این فتنہ ز جائے است کہ من می دانم

عالمگیر اور ہندو

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ تیسرا نمبر ہے، لیکن یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے، یعنی عالمگیر نے اپنے طرز عمل سے راجپوت رئیسون کو جو ابتک حکومت تیموری کے دست و بازو

سے ناراض کر دیا،

(۲)۔ عالمگیر نے عام ہندوؤن کو ناراض کر دیا،

پہلے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ مین بیان کرتے ہین،

"وہی قوم راجپوت جو اورنگ زیب کی آغاز حکومت مین سلطنت مغلیہ کا داہنا بازو تھی، اب اس طرح علیحدہ ہوئی کہ پھر ملنے کی توقع نہ رہی، جب تک اکبر کے تخت پر یہ بڑا دین دار متمکن رہا اس کی حمایت وحفاظت مین ایک راجپوت نے بھی اپنی اُنگلی ہلانا نہ چاہی"

اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اس طرح کی ہی،

۱۶۶۶ء مین اورنگ زیب کے سب سے زیادہ دوست لیکن سب سے زیادہ زبردست راجپوت راجہ جے سنگھ نے انتقال کیا، دوسرا مشہور راجپوت جنرل جسونت سنگھ کابل مین گورنری پر تھا اور اس کے مرنے کے دن قریب آرہے تھے، آخرکار اورنگ زیب آزاد ہو گیا کہ ہندوؤن کی پامالی کی حکمت عملی کو جو ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہیے اختیار کرے اس وقت ہندو کسی طرح ستائے نہین گئے تھے اور نہ کوئی مذہبی روک ٹوک عمل مین آئی تھی، لیکن اس مین شک نہین کہ اورنگ زیب اپنے جوش اسلام کو دل ہی دل مین پرورش کر رہا تھا کہ بلاخوف نقصان کافرون کے مقابلے مین اس کے اظہار کا وقت آئے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ۱۶۶۹ء مین یہ گھٹا اُٹھی،

اورنگ زیب نے ایک اور کوتاہ اندیش کارروائی جسونت سنگھ کے معاملہ مین کی، اس نے خواہش کی کہ جسونت سنگھ کے دونون بیٹے تعلیم کے لیئے دہلی مین بھیجدیئے جائین اور بیشک وہ اس کی نگرانی مین مسلمان کرلیے جاتے، راجپوتون نے اس کی تعمیل نہ کی اور جب راجپوتون نے سناکہ اورنگ زیب نے وہی قدیم اسلامی ٹکس یعنی جزیہ از سر نو ہر ایک ہندو پر قایم کردیا ہی تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی،

یورپین مورخون کے اعتراضات (جیساکہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت بادر ہوا ہوتے ہین، اور اس لیے ان کا جواب دینا نہایت آسان بات ہی لیکن باینہمہ جواب دینے والا سخت مشکل مین پڑجاتا ہی، یورپین موخین ایک اعتراض کے بیان کرنین جو خود غلط ہوتا ہی پے در پے اور بہت سے جھوٹ ملاتے جاتے ہین، جواب دینے والا ایک جھوٹ کا جواب دینا چاہتا ہی تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہی، وہ ادھر متوجہ ہوتا ہی تو ایک اور جھوٹ نمایان ہوتا ہی مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤن کے ہجوم پر دفعتاً اس کو طیش آجاتا ہی اور بجائے اس کے کہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو غصے سے بے قابو ہوجاتا ہی،

خود مجھ پر بھی اثر پڑا ہے، لیکن مین ان حریفون کو یہ موقع نہ دون گا کہ وہ میرے طیش و غضب سے فائدہ اُٹھائین یورپین مورخون نے ہندوؤن کی ناراضی کے جو اسباب بتائے ہین ان مین خلط مبحث ہوگیا ہی یعنی مذہبی اور پولٹیکل باتین مل جل گئی ہین اسلیے

مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لیئے ضرور ہی کہ دونون سے الگ الگ بحث کیجائے پہلے ہم پولٹیکل اسباب سے شروع کرتے ہین،

ہندوؤن کے زور و قوت کے تین مرکز تھے، جے پور، جودھ پور، اور اودے پور، ان مین سے جے پور اور جودھ پور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اودے پور کی یہ حالت تھی کہ بابر سے لیکر شاہ جہان کے زمانے تک حملہ کے وقت اس کی گردن جھک جاتی تھی، لیکن جب حملہ آور چلے آتے تھے تو پھر وہی سرکش کا سرکش بنجاتا تھا، شاہجہان نے جب بیماری کی حالت مین دارا شکوہ کو ولیعہد بنا کر اس کو سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا تو اس زمانے مین جے پور اور جودھ پور کے جانشین راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ تھے، عالمگیر جب دکن سے اکبر آباد کو چلا تو دارا شکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گران لیے ہوئے اوجین مین پڑا تھا، عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ مین صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جاتا ہون تم سد راہ نہو لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا، جسونت نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا، عالمگیر پر جب چتر حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگھ کو فوج برانغار کا افسر مقرر کیا لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش کر لی تھی، چنانچہ جب دونون فوجین آمنے سامنے مقابل پڑی

ہوئی تقین تو جسونت سنگھ رات کے پچھلے پہر دفعتہً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکلکر شجاع کی طرف چلا، اس کی فوج نے شاہی اسباب وخزانہ پرست درازی کی اور اس قدر برہمی ہوئی، کہ عالمگیر کی کل فوج مین سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہوکر شجاع سے جا ملی، یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کے لیے صرف عالمگیر کا دل ودماغ درکار تھا، عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہین پڑی اور اس بے سروسامانی پر بھی میدان اس کے ہاتھ رہا چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جب کہین ٹھکانا نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا، عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا، اور چونکہ وہ شرم سے منھ دکھانا نہین چاہتا تھا، عالمگیر نے غایبانہ اس کا منصب اور خطاب وجاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور وقتاً فوقتاً اس کو بڑی بڑی مہمات پر مامور کیا[۱] یہان تک کہ دکن مین سیواجی کے مقابلے پر بھیجا لیکن یہ غدار یہان بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین، راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندو کا زیادہ خیرخواہ تھا، علاوہ اس کے لوگون کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوبھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے، غرض کہ اُن وسیلون سے سیواجی نے اس کو اپنا رفیق بنایا[۲]

---

[۱] یہ تمام حالات اگرچہ خافی خان وغیرہ تمام تاریخون مین ہین لیکن مسلسل اور مفصل تذکرہ مآثر الامرا جلد سوم مین ہے

[۲] ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۵۰۱، مآثر الامرا سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے،

جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ راو بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم مین اس کا شریک تھا، اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا اور جب اس نے نمک حرامی سے انکار کیا تو اس کی بہن کو جو جسونت سنگھ کے عقد نکاح مین تھی، وطن سے بلوا کر بیچ مین ڈالا، لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک کو قرابت پر مقدم رکھا، مآثر الامرا مین راو بھاؤ سنگھ کے تذکرہ مین لکھا ہے،

"چون ہمشیرہ راو بھاؤ سنگھ بدست مہاراجہ (جسونت سنگھ) بود مہاراجہ زن خود را از وطن طلب داشتہ واسطہ نمود کہ با وے ساز موافقت کوک نماید اما راو بھاؤ سنگھ حق نمک مقدم داشتہ تن بموافقتش در نداد،

بالآخر جسونت سنگھ کابل کی مہم پر مامور ہوا اور سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری مین قضا کر گیا،

جسونت سنگھ جب مرا تو اس کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن اس کے کارپردازون نے دربار مین اطلاع دی کہ اس کی دو بیبیون کو حمل ہی، لاہور مین پہونچکر ان لوگون نے دربار شاہی مین رپوٹ کی کہ دونون بیویون سے دو لڑکے پیدا ہوئے، اس کے ساتھ درخواست کی کہ ان لڑکون کو منصب اور ریاست اور خطاب عطا کیا جائے، عالمگیر نے فرمان بھیجا کہ دونون کو دربار مین بھیجدو جب وہ سن تمیز کو پہونچین گے تو خطاب اور منصب عطا کیا جائے گا، مآثر عالمگیری مین ہی،

"حکم اقدس اعلی صادر شد کہ ہر دو پسر را بہ درگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہر گاہ پسران بسن تمیز خواہند رسید بعنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت" صفحہ ۷۷۱

تیموریوں کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدہ دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاتا تھا تو بادشاہ خود ان کو طلب کر کے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا اور شہزادوں کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا، اسی اصول کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو طلب کیا تھا لیکن جسونت سنگھ کا جو طرز عمل ہمیشہ سے رہا اس کے افسروں پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا چنانچہ انھوں نے شاہی حکم کے وصول ہونے کا انتظار بھی نہ کیا اور دلی کیطرف روانہ ہو گئے دریائے اٹک پر میر بحر نے اس بنا پر روکا کہ پروانہ راہداری دکھاؤ، اس پر آمادۂ جنگ ہوئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے بزور دریا کے پار اُترے، دار السلطنت کے قریب آئے تو اُنکی گستاخانہ اور باغیانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقام کریں اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ ان کو نظر بند رکھے، چند روز کے بعد چند راجپوتوں نے وطن جانے کی اجازت طلب کی عالمگیر نے منظوری دی، فریب کار دھوکا دیکر جسونت سنگھ کے بچوں کو چپکے چپکے اُڑا لیگئے اور اُن کی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے چونکہ یہ ایک اہم بحث طلب واقعہ ہے جس پر آیندہ واقعات کی بنیاد قائم ہوتی ہے اس لیے ہم مزید اعتبار کے لیے خافی خان کی اصلی عبارت نقل کرتے ہیں،

"بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ معتمدان جہالت کیش ہمراہ او ہر دو پسر خورد سال راجہ را کہ در آخر عمر

ہمان دو فرزند بہ اسم اجیت سنگھ و دلتمن داشت مع رانی بہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشند بادستک و رضائے صوبہ دار حاصل نمایند روانہ حضور شدند بعدہ کہ بہ معبر اٹک رسیدند و میر بحر بہ علت عدم دستک مانع آمد با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن و زخمی ساختن میر بحر و جمعے رسانید بہ سرنگی عبور نمودند بعد ازان کہ نزدیک دارالخلافت رسیدند ازان کہ ازادہائے خارج سابق جسونت غبار ملال در خاطر مبارک جا گرفتہ بود و این شوخی راجپوتیہ علاوہ آن گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بارہ پلہ فرود آرند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعے از منصبداران و تعینہ توپ خانہ اطراف خیمہائے وابستگان راجہ ہچکی نشاندہ بہ طریق نظربند نگاہ دارند الخ[1]

جسونت سنگھ کے افسر جسونت کے بچون کو لیکر جودھپور پہنچے اور مہارانا اُدیپور نے اُن کو اپنی حمایت مین لیا عالمگیر نے مہارانا کو فرمان بھیجا کہ باغیون کی حمایت سے دست بردار ہو جائے اور جسونت کے بچون کو حوالے کردے مہارانا نے نہ مانا اس پر عالمگیر نے جودھپور فوجین بھیجین اور بالآخر مہارانا نے اطاعت قبول کی اور اقرار کیا کہ جسونت کے بچون کی اعانت نہ کرے گا لیکن مہارانا بہت جلد اس اقرار سے پھر گیا اب عالمگیر نے اس کے انتقام کے لیے ہر طرف سے فوجین طلب کین اور اپنے چھوٹے بیٹے اکبر کو اس کا سپہ سالار مقرر کرکے اودیپور کیطرف روانہ کیا لیکن مہارانا نے اکبر کو یہ ترغیب دلا کر کہ ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کرینگے آپ خود

[1] اسکے بعد کا واقعہ چونکہ چندان اہم اور مختلف فیہ نہ تھا اس لیے ہم نے وہ عبارت نقل نہین کی،

تاج و تخت کا دعویٰ کیجیے اکبر کو توڑ لیا نا خلف شہزادہ ہزار فوج لیکر خود عالمگیر کے مقابلے کو بڑھا، عالمگیر کی رکاب مین اسوقت صرف ہزار سوار تھے لیکن اس کی استقلال مین فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر شکست کھا کر بھاگ گیا،

سلسلۂ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی یکجائی پیش نظر ہونے کے لیے ہم نے واقعات کو سادہ طور سے لکھدیا اب امور ذیل تنقیح طلب ہین،

۱۔ کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستون کے ساتھ کوئی ناجائز سلوک کیا تھا جسکی وجہ سے وہ بغاوت پر مجبور ہوئے،

۲۔ کیا عالمگیر ان راجپوتون کو زیر نہ کر سکا،

۳۔ کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لیے عالمگیر سے الگ ہو گئے،

یوروپین مورخون کی رائے کے موافق ان سوالون کا اجمالی جواب یہ ہے کہ عالمگیر نے خود راجپوتون کو چھیڑا اور اُن کو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر اُن سے اچھی طرح عہدہ برا نہ ہو سکا اور راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموری حکومت کے حلقۂ اطاعت سے نکل گئے اوپر یہ تفصیل گذر چکی کہ راجپوتون کے تین مرکز تھے ان مین سے جے پور تو ہمیشہ مطیع رہا الفنسٹن صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہین اور لکھتے ہین۔

جبکہ راجپوت راجاؤن نے منجملہ اپنے گروہون کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا زور اور ظلم دیکھا اور جزیہ کی ناگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت آپس مین متفق ہو گئے مگر راجہ رام سنگھ جے پور والا جسکے گھرانے کو بادشاہی خاندان سے رشتے

ناتون اور کئی پشتون سے معزز عہدون کی بدولت مضبوط اور مستحکم علاقہ تھا ان سے مستثنےٰ رہا"

اب صرف جودھپور اور اُدیپور رہگئے جودھپور کا رئیس جسونت سنگھ تھا اس نے عالمگیر کے ساتھ جو برتاؤ کیے وہ یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ برسر مقابلہ آیا عالمگیر نے فتح پاکر اس کو معاف کر دیا اور فوج کا افسر مقرر کیا لیکن شجاع کی لڑائی مین نہایت غدارانہ طریقے سے رات کو چھپکر دشمن سے جا ملا جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم وبرہم ہو گئی عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر و خطاب و منصب عطا کر کے دکن پر بھیجا وہان سیواجی سے سازش کی اب اس کے مرنے پر راجپوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہین کہ اس کا کمسن بچہ والی ریاست بنادیا جائے۔ عالمگیر جواب دیتا ہے کہ اس کو دربار مین بھیجدو سن شعور کے بعد اسکو سب کچھ ملیگا۔ راجپوت جواب کا بھی انتظار نہین کرتے اور دریائے اٹک پر شاہی عہدہ دارون کو مارتے دھاڑتے دلی پہونچتے ہین عالمگیر ان کو نظر بند کرتا ہے ان تمام واقعات مین کونسی بات انصاف کے خلاف ہے،

الفنسٹن صاحب فرماتے ہین کہ جب راجپوت راجاؤن نے منجملہ اپنی گروہون کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم دیکھا" آخر یہ کیا ظلم تھا کیا جسونت سنگھ کے ساتھی راجپوتون کا طرز عمل ایسا تھا کہ عالمگیر اُن پر بالکل اعتماد کر لیتا؟ کیا صغیر سن بچون کا

---

۵۸ تفصیل ان واقعات کی اوپر گذر چکی ہے،

دربار مین بلانا کوئی ظلم کی بات تھی؟ کیا راجپوتون کا بغیر شاہی اجازت کے دارالسلطنت کا قصد کرنا عدول حکمی نہ تھی؟ کیا میر بحر کا اُنکو روکنا میر بحر کے فرائض منصبی مین داخل تھا، کیا میر بحر اور شاہی ملازمون سے مقابلہ کرنا باغیانہ حرکت نہ تھی، کیا ان سب حرکات کے بعد اُن کا نظر بند کیا جانا عدل وانصاف کے خلاف تھا؟

لین پول صاحب راجپوتون کی عدول حکمی اور برہمی کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ جسونت سنگھ کے بچون کو عالمگیر مسلمان کر لیتا لیکن عالمگیر نے سیواجی کے پوتے ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اس کی عمر سات برس کی تھی عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی مین رکھا شاہی خیمے کے برابر اُس کا خیمہ کھڑا کرایا، اس کو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب ونوبت وعلم عطا کیا اور یہ برتاؤ اخیر عمر تک قایم رکھا باوجود اسکے اس کو کیون مسلمان نہین کیا، سیواجی کا پوتا تو جسونت سنگھ کے بیٹون سے زیادہ جبر وظلم کا مستحق تھا،

ایک اور وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہین کہ راجپوتون کو جزیہ لگانیکی خبر پہونچ چکی تھی اس لیے اُن کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی،، جزیہ کی بحث مذہبی امور کی بحث مین آگے آئے گی اس لیے ہم اس کو نہین چھیڑتے،

دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتون کو زیر کر سکا یا نہین؟ لین پول صاحب لکھتے ہین :-

”راجپوت سانپ کو ہلکا سا خراش تو لگ گیا لیکن وہ مرا نہ تھا۔ جنگ کا سلسلہ جاری رہا

آخر کار اودیپور کے رانا نے جس کو راجپوتون کی طرف سب سے زیادہ نقصان پہونچا تھا اورنگ زیب سے ایک معزز صلح کرلی کیونکہ اس جنگ سے اب اورنگ زیب عاری ہوگیا تھا۔ اس صلح نامے مین نفرت خیز جزیہ کا نام تک بھی نہ آیا لیکن رانا کو اپنے ملک کا قلیل جزاس فعل کے پاداش مین کہ وہ شاہزادہ اکبر کا شریک ہوگیا تھا دینا پڑا۔ اودیپور کے رانا نے تھوڑے ہی دنون مین شرائط صلح نامہ پر پانی پھیردیا،،

اللہ اکبر!! ان چند سطرون مین کسقدر جھوٹ کا انبار ہے،

الفنسٹن صاحب فرماتے ہین،

خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی چنانچہ تدبیر وحکمت سے اودے پور کے راجہ کو آشتی کی درخواست پر آمادہ کیا اور جبکہ درخواست اُسکی طرف سے گذری تو فی الفور اُس کی طرف توجہ کی چنانچہ جزیہ سے اغماض برتا گیا اور ملک کے جس ٹکڑے کو جزیہ کے معاوضہ مین لیا تھا اکبر کی اعانت کے جرمانے مین رکھا گیا،،

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جودھپور اور اودے پور دونون ریاستون کو عالمگیر کی فوجون نے پامال کردیا اور مہارانا اودے پور اپنے مقر سے بھاگ کر انتہائے سرحد تک پہونچ گیا، آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شاہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ سے سفارش کرائی پرگنہ مانڈل پور اور بدھنور جزیہ کے عوض من دینے منظور کیئے عالمگیر نے پھر اپنی فیاض دلی سے کام لیا اور ۲۴ سنہ جلوس مین جب رانا دربار مین حاضر ہوا

تو خلعت و خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا مآثر عالمگیری مین ہے،[1]

چون رانا از ملک و مسکن رانده شد۔ وتا سرحدش گریخت۔ مفرّ سے جز زینہار جسے وامان طلبی او را نماند بہ دامان استشفاع بادشاہزادہ کریم عطا پیشہ محمد اعظم دست عجز و ضراعت در آویخت وگذرانیدن پرگنہ ماندل پور و بدھنور را عوض جزیہ وسیلہ عفو جرمیہ آور و ملازمت بادشاہزادہ را ذریعہ بختیاری خود اندیشید الخ

مآثر الامرا مین ہے

چون رانا او دسے پور را خالی گذاشتہ راہ فرار نمود فوجی بہ سرکردگی حسین علی خان بہ تعاقب او متعین شد و پسر محمد اعظم شاہ و سلطان بیدار بخت نامزد شدند و پس ازان کہ ملک رانا لگد کوب عساکر فیروزی گردید او از وطن مالوف بر آمدہ بے ملجا و ما و اگشت سال بست و چہارم دست ضراعت بہ دامان شفاعت شاہزادہ زدہ پرگنہ ماندل و بدھنور در عوض جزیہ بہ سرکار بادشاہی گذاشت۔

(مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۰۰ درضمن تذکرہ راو کرن)

غور کرو ان معتبر تاریخون مین تصریح ہے کہ رانا عاجز آکر خود معافی کا خواستگار ہوا الفنسٹن صاحب وغیرہ فرماتے ہین کہ عالمگیر نے خود مجبور ہو کر سلسلہ جنبانی کی، ان تاریخون مین ہے کہ رانا نے دو پرگنے جزیہ کے عوض مین پیش کیے، یورپین مورخ کہتے ہین کہ جزیہ کا نام تک نہ آیا اور وہ پرگنے اکبر کی اعانت کا معاوضہ تھے۔

---

[1] صفحہ ۵۲۰۰۲۰ اسکے بعد کے واقعات بحث طلب نہ تھے اس لیے ہمنے قلم انداز کیا۔

الفنسٹن اور لین پول صاحبان کی عام عادت ہی کہ ہر موقع پر تاریخون کا حوالہ دیتے ہین لیکن ان واقعات کے بیان مین حوالہ کا نام نہین -

لیکن ان سب دروغ بیانیون سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصے کے بعد اس صلح پر بھی پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی مین لین پول کا اور کوئی شریک نہین اس لیے ہمکو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہین، اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموریون سے الگ ہوگئے اور کیا اُنھون نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت مین اپنی اُنگلی بھی ہلانی نہ چاہی -

(گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے ۲۴ سنہ جلوس تک ختم ہو گئے ہین -

جگت سنگھ مہارانا اودے پور اسی سنہ مین مرا ہی اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہی ۲۵ سنہ جلوس مین عالمگیر دکن کو روانہ ہوا، اور اخیر عمر تک انھین اطراف مین مرہٹون سے لڑتا بھڑتا رہا - ان لڑائیون مین اس کی فوج مین راجپوت اس طرح نظر آتے ہین جس طرح اور مسلمان قومین، چنانچہ تاریخون مین جہان فوجون کا ذکر آتا ہی راجپوتو نکا نام بھی خاص طور پر آتا ہی مثلاً خافی خان ۱۱۱۶ھ کے واقعات مین مرہٹو نکے ایک محاصرہ مین لکھتا ہے :-

از ہر یک بندہائے کار طلب شرط جانفشانی بہ عرصہ ظہور رسید خصوص حمید الدین خان

وراجپوت ہائے جلادت پیشہ ودیگر بہادران رزم جو تردداتِ نمایان روسے کار آوردند
تاآنکہ جمشید خان باننٹے از راجپوتان روشناس ہمراہ راؤدلپت وچندے دیگر بکار آمدند[۱]۔

یہی مورخ ۳۶ سنہ جلوس کے واقعات مین لکھا ہی۔

اوایل ذیحجہ سنہ چہل وشش ۴۶ سنہ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بہ حد بلوغ نہ رسیدہ بود
بہ اتفاق مردم بادشاہ زادہ یورش نمودہ بہ حملہ پیاپے کہ از بالاگولہ وسنگ واقسام آتشباری
چون تگرگ بے فاصلہ می ریخت وراجپوت بسیار واکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند[۲]"

یورپین مورخ کہتے ہین کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت مین اُنگلی نہ ہلائی لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتون کے بڑے بڑے راجہ ومہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات مین شریک رہے اور مرہٹون کے پامال کرنے مین وہ مسلمان افسرون کے داہنے ہاتھ تھے، راجپوتونکی اصلی طاقت جودھپور، جے پور، اودیپور، تھی۔ اودیپور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج مین معزز عہدون پر ممتاز تھے، اور اخیر وقت تک ساتھ رہے چنانچہ ۴۳ سنہ جلوس مین ان مین سے اندر سنگھ کو دوہزاری اور بہادر سنگھ کو یکہزاری وپانصدی کا منصب عطا ہوا[۳]۔ یہ دونون مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے

[۱] خافی خان حالات عالمگیر صفحہ ۴۳۵،

[۲] صفحہ ۴۹۹،

[۳] مآثر عالمگیری صفحہ ۴۰۵ مطبوعہ کلکتہ

۲۵ سنہ جلوس مین وفات پائی تھی۔ اور اس کے مرنے پر اس کے بیٹے راناجے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھپور کا عزیز تھا جسونت کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس کو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کے مہمات پر مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی چنانچہ ۳۸ سنہ جلوس مین اس کو سہ ہزاری منصب ملا[۱]۔

مان سنگھ راٹھور جس کو سہ ہزاری کا منصب حاصل تھا ۳۵ سنہ جلوس عالمگیری مین ذوالفقار خان کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور جنجی کی مہم پر مامور ہوا[۲]۔

جے پور کے رئیسون کی وفاداری، یورپین مورخون نے بھی تسلیم کی ہے۔ مآثر الامراء مین اور بہت سے راجپوت راجاؤن اور رئیسون کے تفصیلی حالات درج ہین جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات مین شریک تھے اور نہایت جانبازی اور وفاداری کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹون سے لڑتے تھے کسی شاعر نے اکبر کے زمانے مین کہا تھا۔

چنان در عہد او — کہ ہندو میزند شمشیر اسلام

یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانے مین بھی سچ تھا، اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔

---

[۱] مآثر الامراء ذکر اندر سنگھ۔

[۲] مآثر الامراء ذکر روپ سنگھ،

غور کرو ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد کہ جے پور، جودھپور، اودیپور کے فرمانروا عالمگیر کے ساتھ دکن میں مرہٹون سے لڑائیان لڑ رہے ہین، راجپوت فوجین، مسلمانون کے ساتھ برابر کی شریک ہین، راجپوت افسرون کو سہ ہزاری و چہار ہزاری، منصب عطا ہوتے ہین، اودیپور کا راجہ نابالغ ہونیکے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹون کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا یورپین مورخون کے اس قول مین سچائی کا کچھ بھی شایبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتون کو اس قدر ناراض کر دیا کہ وہ پھر کبھی تیموری علم کے نیچے نہ آئے۔

داستانِ عہد گل را بشنو از مرغ چمن　　زاغ ہا آشفتہ تر گفتند این افسانہ را

عالمگیر اور مذہبی تعصب

عالمگیر کے جرائم مین یہ سب سے بڑا جرم بلکہ مجموعہ جرائم ہے، عالمگیر نے ہندوؤن کو ملازمت سے یک قلم برطرف کر دیا، اُن کے مذہبی میلے ٹھیلے موقوف کرا دیئے اُن کی درسگاہین بند کرا دین، اُن پر جزیہ لگایا، اُن کے بت خانے تڑوا دیے، غرض اس حد تک اُن کو ستایا کہ وہ زبان حال سے بول اُٹھے،

آن قدر جور کن کہ گر جائے　　گفتہ آید، کس اعتماد کند

ان جرائم کا یہ حال ہے کہ بعض جزئی اور مختص الحالۃ واقعات ہین، مخالفین نے ان کو عام کر دیا ہو بعض کی تعبیر غلط ہے، بعض کے ناگزیر اسباب ہین چنانچہ ہم ایک

ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہین لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا تذکرہ کرنا ضرور ہے،

اکبر نے جو پالیسی قایم کی اُس نے ہندوؤن کو تخت سلطنت کا شریک بنا دیا لیکن با این ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا ہندوؤن نے اپنی حد سے آگے قدم نہین بڑھایا جہانگیر کی نرمی اور سرمستی نے اُن کو جرائت دلائی اور اب اُن کی خودسری کے جوہر چمکنے لگے جہانگیر کے اشارے سے نرسنگھ دیو بندیلہ نے جہانگیر کی ولیعہدی کے زمانے مین ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور اُسکا مال واسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کارگذاری کے صلہ مین نرسنگھ دیو نے متھرا مین بتخانہ بنانے کی اجازت طلب کی، جہانگیر نے اجازت دی نرسنگھ نے اُس روپیہ سے جو ابوالفضل کی غارتگری سے ہاتھ آیا تھا بتخانہ کی تعمیر کی، شیر خان لودی جو ابوالفضل کو ملحد قرار دیتا ہے اور اس بات سے خوش ہے کہ ملحد کے مال سے بتخانہ بنا ع مال حرام بود بجائے حرام رفت، اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے :-

آن ضال مضل (ابوالفضل) در راہ دکن باشارۂ نور الدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگھ دیو بہ قتل رسید و مالہائے کہ بدست آویز بے راہی گرد آوردہ بود، در اہتمام راجۂ مذکور بر معبد ہنود کہ در سواد شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم آیت کریمہ الخبیثات للخبیثین بظہور پیوست آخر آن بتخانہ نیز بہ تیشۂ حکم حضرت

عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد[51]،

اکبر کے زمانے مین بااینہمہ آزادی مذہبی غالباً کوئی نیا بت خانہ تعمیر نہین ہوا، جہانگیر اگرچہ اکبر کی نسبت متعصب تھا چنانچہ کوٹ کانگڑہ کی فتح مین گاؤکشی کی رسم قائم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم چونکہ حکومت مین وہ زور نہین رہا تھا صرف بنارس مین ۷۶ نئے بتخانے تعمیر ہوئے چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی، اس واقعہ کے اظہار سے ہمارا یہ مقصود نہین کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہین، بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ واقعہ، آیندہ واقعات کا پیش خیمہ ہے،

غرض اب ہندوون نے علانیہ مسلمانون پر تعدی او رظلم شروع کیا، نوبت یہان تک پہونچی کہ ہندو مسلمان عورتون سے بہ جبر شادی کرتے تھے او رانکو گھر مین ڈال لیتے تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ مسجدون کو توڑ کر اپنی عملداری مین داخل کرتے تھے شاہجہان نامہ عبدالحمید لاہوری جو شاہجہان کی شاہی تاریخ ہے اور خود شاہجہان کے حکم سے لکھی گئی ہے اس مین یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے،

وچون رایات جلال بہ حوالی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات ومشائخ آن قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار زنان بکار حرائر[52] وا ماے مومنہ را در تصرف دارند وچندے از نیان

---

[51] تذکرۂ مرآۃ الخیال شیر خان لودھے مطبوعۂ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶،

[52] حرائر یعنے آزاد عورتین اور آما یعنی لونڈیان،

مساجد بہ تعدی در عمارات خود آوردہ، بنا بران شیخ محمود گجراتی کہ از رسمی دانش بہرہ ور است و داروغگی مردم جدید الاسلام برو مقرر رخصت یافت تا بعد از ثبوت نساء مسلمہ را از تصرف کفار برآرد، و مساجد و عمارات آن ملاعین جدا سازد، او مطابق حکم بہ عمل آوردہ ہفتاد و چہار حرہ و جاریہ مومنہ را از تصرف کفرہ فجرہ برآورد، و ہرجا کہ مسجدے در زیر عمارت ہنود درآمدہ بود بعد از تحقیق آن را افراز نمود و زرے از ان جا بہ طریق جرمانہ گرفتہ بدستور سابق مسجد ساخت، پس از ان کہ این ماجرا بہ مسامع جلال رسید یرلیغ قضا نفاذ صادر شد کہ بدستور قدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمہ را بہ عقد مجدد باو باز گذارند پس از ورود فرمان جمعے از سعادت یاوری بہ پایۂ اسلام رسیدہ زنان مسلمہ را بہ نکاح جدید متصرف گشتند و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہرجا چنین واقع شدہ باشد بدین دستور عمل نمایند چنانچہ اناث بسیار از دست کفار برآمدہ در نکاح مسلمانان درآمدند و گروہے از کفار بہ قبول دین مبین از آتش دوزخ رہائی یافتند و بتخانہا منہدم گردید و بجاے آن مساجد بنا یافت

ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو، شاہجہان نہایت پرجوش مسلمان تھا اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا، ۶ سنہ جلوس مین اُس نے بنارس کے جدید تعمیر شدہ بت خانے گروا دیے تھے باوجود اس کے، ہندوُون کا یہ زور قایم ہو چکا

ف۵ شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم واقعات ۷ سنہ جلوس صفحہ ۵۸ و ۵۹ - اس عبارت مین جن بتخانونکے گرانے کا ذکر ہے یہ وہی ہین جو مسجد تھے اور ہندوون نے گرا کر بتخانہ بنا لیا تھا،

تھا کہ جبر اور زبردستی سے مسلمان عورتون کو ہندو گھر مین ڈال لیتے تھے اور اُن سے نکاح کرتے تھے مسجدون کو توڑ کر بتخانے اور عمارتین بنواتے تھے شاہجہان کو خبر ہوئی تو اُس نے کوئی عام سزا انہین دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتون کو ہندؤون کے قبضہ سے نکال لیا اور جن مسجدون کو گرا کر بتخانہ بنایا گیا تھا، بدستور پھر مسجدین بن گئین شاہجہان جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا، ہندؤون کی تعدیان رُکی رہین لیکن اخیر اخیر شاہجہان کے بجائے تمام اختیارات دارا شکوہ کے ہاتھ مین آگئے دارا شکوہ کا یہ حال تھا کہ علانیہ ہندو دین کا اظہار کرتا تھا اپنشد کا جو ترجمہ کیا ہے اُس مین صاف لکھتا ہی کہ قرآن مجید اصل مین اُپنشد مین ہے چنانچہ اسکی عبارت حسب ذیل ہی،

ازین خلاصۂ کتاب قدیم کہ بیشک و شبہہ اولین کتب سماوی و سرچشمۂ بحرِ توحید است قدیم است کہ انہ لقرآنٌ کریم فی کتابٍ مکنون لا یمسہ الا المطہرون تنزیلٌ من رب العالمین۔ یعنی قرآن کریم در کتاب است کہ آن کتاب پنہان است او را درک نمی کند مگر وے کہ مطہر باشد و ونازل شدہ از پروردگار عالم مشخص و معلوم میشود کہ این آیت در حق زبور و توراۃ وانجیل نیست ... چون انیکہت کہ سر پوشیدنی است اصل این کتاب ست و آیتہائے قرآن مجید بعینہ دران یافتہ می شود پس تحقیق کہ

کتاب مکنون این کتاب قدیم باشد

اب غور کرو وہ ہندو جنکو اکبر شریک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانے مین مسلمانون کے مال سے بتخانے تعمیر کرتے تھے جو شاہجہان کے عہد مین مسجدونکو

توڑکر بتخانے بنواتے اور مسلمان عورتون سے بہ جبر نکاح کرتے تھے جو اپنے پاٹ شالون مین مسلمان بچون کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت مین اُس کی تخت نشینی کے بارھوین سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے آئیگی) اب دارا شکوہ کے سایۂ حمایت مین اُن کے زور و قوت تسلط و اقتدار، جبر و تعدی، جور و ستم کا مقیاس الحرارۃ کس درجہ تک پہونچا ہوگا، یاد رکھو یہی ہنود تھے جن سے عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا، (اب ہم اصل مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہین)

ہندؤون کی ملازمت سے علیحدگی

یورپین مورخون نے اپنی معمولی عادت کے موافق، اس واقعہ کی اصلی ہئیت بدل دی ہے۔ یعنی عالمگیر نے تمام ہندؤون کو سرکاری ملازمتون سے موقوف کردینا چاہا گو ایسا نہ کرسکا، الفنسٹن صاحب لکھتے ہین، "مگر یہ گشتی حکم بھی سارے حاکمون اور اختیار والون کے پاس بھیجا کہ آیندہ سے ہندو بھرتی نہ کیے جائین اور اُن تمام عہدون پر مسلمان بھرتی کیے جائین جو تمہارے تحت حکومت مین ہوئین"، لیکن واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ۱۰۸۲ہجری مین اس نے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ دارون اور تعلقہ دارون کے محاسب و منشی پیشکار اور دیوان نیز محالات خالصہ کے مال گزاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جائین چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔

"صوبہ داران و تعلقہ داران، پیشکاران و دیوانیانِ ہنود را بر طرف نمودہ مسلمان مقرر نمایند و کروری محالات خالصہ مسلمانان می نمودہ باشند"

یہ ظاہر ہے کہ ان عہدون پر اکثر کایتھ مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے مین مشہور ہین، اس حکم کو مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا، لیکن یہ حکم بھی قایم نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کردی گئی کہ ایک پیشکار ہندو، اور ایک مسلمان مقرر کیا جائے، خافی خان لکھتا ہے

"بعدہ چنان قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی وبخشیان سرکار یک پیشکار مسلمان و یک ہندو متقرری نمودہ باشند[51]"

اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندؤن کی رشوتخواری اور غبن کی نگرانی رہے، ورنہ اگر مذہبی تعصب اس کا باعث ہوتا تو مسلمان کی شرکت کرنے سے اس کو کیا تعلق تھا،

یہ بحث اگرچہ یہین تک ختم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یورپین مورخون نے نہایت بلند آہنگی سے اس غلط واقعہ کو مشہور کیا ہے اس لیے ہم عالمگیر کے ہندو عہدہ دارون کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہین، اس فہرست کے متعلق، امور ذیل ملحوظ رکھنے چاہئیین۔

۱۔ یہ فہرست سرسری طور سے مآثر عالمگیری سے طیار کی گئی ہے جو عالمگیر کے حالات مین سب سے مقدم تاریخ ہے۔

۲۔ صرف اُن عہدہ دارون کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدون پر مامور تھے عام عہدہ دارون اور اہل فوج کا ذکر نہین،

[51] خافی خان حالات عالمگیر صفحہ ۲۵۲،

۳- صرف اُن عہدہ دارون کو لیا ہی جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہین یا اُس کے بعد تک رہے ہین جب سے عالمگیر کے تعصب کے ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے،

۴- ان عہدہ دارون مین اکثر مرہٹون کی مہم مین شریک رہے ہین جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے مین ہندو مسلمانون کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبون سے لڑتے تھے، عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قایم رہا،

۵- ان مین سے بعض آنریری عہدہ دار تھے، اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے،

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافۂ عہدہ، یا عطائے منصب (سنہ جلوس عالمگیری مراد ہی)
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہارانا جے سنگھ کا بھائی تھا۔	۲۱ سنہ جلوس عالمگیری مین دکن آیا اور اور برہانپور کی مہم مین شریک ہوا ۳۰ سنہ مین پنجہزاری کے منصب تک پونہچکر مرگیا،
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودیپور کا بھائی تھا۔	۳۲ سنہ مین دو ہزاری ہوا ۴۱ سنہ مین سہ ہزاری پر اضافہ ہوا،
بہادر سنگھ	"	۳۲ سنہ مین یک ہزار و پانصدی ہوا

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافۂ عہدہ، یا عطائے منصب
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	سنہ ۲۶ مین ماندل[۵] پور و بدھنور کا فوجدار مقرر ہوا سنہ ۳۴ مین سہ ہزاری تک پہونچا
اچلاجی	سیواجی کا داماد تھا	سنہ ۲۹ مین پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا،
ارجوجی	سنبھا (پسر سیواجی) کا عمزاد بھائی تھا،	سنہ ۳۰ مین منصب دوہزاری ملا،
مانکوجی	سنبھا کے نوکرون مین تھا	سنہ ۳۱ مین منصب دوہزاری ملا،
راؤ انواب سنگھ	پسر راؤ کرن	سنہ ۳۱ مین خلعت ملازمت ملا،
راجہ انوپ سنگھ		سنہ ۳۱ مین سکری کا قلعہ دار مقرر ہوا
راجہ اودیت سنگھ		سنہ ۳۶ مین ایرج کا فوجدار اور دو و نیم ہزاری ہوا،
اودے سنگھ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا،	سنہ ۴۷ مین سہ ہزار و پانصدی ہوا
باسدیو سنگھ	جندن کرا کا زمیندار تھا	سنہ ۴۹ مین سہ ہزاری ہوا
کانھوجی سرکیہ		پہلے پنجہزاری تھا سنہ ۴۹ مین ایک ہزار کا اضافہ ہوا،

[۵] یہ دو پرگنے ہین جو مہارانا اودیپور نے جزیہ کے عوض دیے تھے

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر، یا اضافۂ عہدہ، یا عطاے منصب
ستر سال بوندیلہ		سنہ ۴۴ مین قلعہ تارا کا قلعہ دار ہوا
بشن سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	سنہ ۲۵ مین ہزاری و ہم صد سوار ہوا
رام چند	کھنالون کا تھانہ دار تھا	سنہ ۴۰ مین دو و نیم ہزاری ہوا
ملوک چند	نائب و ملازم شاہزادۂ اعظم شاہ	سنہ ۲۹ مین بہار سنگھ کے شکست دینے کے صلہ مین راے رایان کا خطاب ملا،
بہاکو بنجارہ		سنہ ۴۲ مین پنجہزاری منصب ملا
جکیا	نصرت آباد کا دیسکھ تھا	سنہ ۵۰ مین سہ ہزاری ہوا
درگداس راٹھور		سنہ ۲۹ مین سہ ہزاری کا منصب بحال ہوا
سروپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ ۴۱ مین یک ہزاری منصب پر ترقی ہوئی
سوبھان	ستارہ کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۳ مین پنجہزاری منصب مع خلعت و نقارہ وغیرہ
شیو سنگھ	راہری کا قلعہ دار تھا	سنہ ۴۷ مین یک و نیم ہزاری ہوا
ماندھاتا	پسر راو کا نھو متعینہ فوج نصرت جنگ	سنہ ۵۱ مین قلعہ مہمنت کی تسخیر پر مامور ہوا
کشور داس	ولد منوہر داس گور	سنہ ۲۶ مین شولاپور کا قلعہ دار ہوا
راجہ کلیان سنگھ	بھداور کا زمیندار تھا	سنہ ۴۰ مین حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر دو صدی کا اضافہ ہوا

اس فہرست مین بعض اور باتین لحاظ کے قابل ہین، سب سے مقدم یہ کہ اس مین مہارانا اودے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہین اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیواجی کے متعدد عزیز اور رشتہ دارون کے نام نظر آتے ہین، حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ صرف نام کے عہدہ دار نہ تھے، بلکہ معرکون مین حیرت انگیز جانفشانیان دکھاتے تھے، ان عہدہ دارون مین ہر قسم کے عہدہ دار ہین، یعنے فوجی بھی، ملکی بھی، غور کرو، فوجون کی افسری، قلعہ گیری قلعہ داری، اضلاع کی نظامت و فوجداری، ان سے بڑھکر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہین، یہ سب عہدے ہندوؤن کو حاصل تھے،

ان واقعات کے بعد لین پول صاحب کے اس قول پر ایک دفعہ اور نظر ڈالو

"راجپوتون نے عالمگیر کی حمایت مین ایک اُنگلی بھی ہلانی نہ چاہی"

جزیہ لگانا یہ الزام اس لیے قایم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیہ کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہین جزیہ پر ہم نے ایک مفصل علیحدہ رسالہ لکھا ہے جس کا انگریزی مین بھی ترجمہ ہو گیا ہے، اس کے دیکھنے سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ جزیہ کوئی ناگوار چیز نتھی بلکہ غیر قومون کے حق مین رحمت تھی، اس مین شک نہین کہ ہندوؤن نے اس سے ناراضی ظاہر کی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف ہو چکا تھا اُس کا نئے سر سے قائم کیا جانا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا،

میلون کا موقوف کرنا اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا

پھیکا آدمی تھا، اُس کو میلون ٹھیلون، ناچ رنگ، گانے بجانے، شراب کباب، اور تمام ظاہری نمایش و تکلفات سے نفرت تھی، وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزون سے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے اُس نے خانگی جھگڑون سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس طرف توجہ شروع کی سلاطین تیموریہ کے آئین مین داخل تھا کہ بڑے بڑے مشہور گوئیے دربار مین ملازم رہتے تھے اور بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس تفریح مین بسر کرتا تھا، اسی طرح دربار مین شعرا اور منجمین نوکر تھے، عالمگیر نے ۱۰۸۰ھ ہجری مین حکم دیا کہ گوئیے دربار مین آئین لیکن گانے نہ پائین، پھر سرے سے موقوف کر دیے، ملک الشعرائی کا عہدہ توڑ دیا، منجمین نکالدیے گئے دربار مین آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا موقوف کر دیا۔ بادشاہ جھروکہ مین بیٹھکر اپنے درشن کراتا تھا اور اس سے ایک خاص درشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کیے ہوئے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا، یہ رسم بھی حالانکہ سلطنت کے لیے مفید تھی، موقوف کر دی، محرم مین تابوت نکالا جاتا تھا ۱۰۹۰ھ ہجری مین برہان پور مین تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہون مین مٹ بھیڑ ہو گئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خونریزی ہوئی، یہ سُنکر حکم دیدیا کہ تابوت نہ نکالے جائین[۱]، اسی مدّین ہندوؤن کے میلے ٹھیلے بھی بند کرا دیے، اس سے بدگمان مورخون نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُسنے تعصب مذہبی کے لحاظ سے ایسا کیا،

مدارس کا بند کرانا ایرانی مؤرخین جو عالمگیر کی ہر بات کو عیب کے پیرایہ

[۱] خافی خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴،

مین بیان کرتے ہین، اس بات کے عادی ہین کہ مختص الحالۃ واقعات کو عام کر کے دکھائین، اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہان کے زمانے مین ہندو مسلمانون پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے، داراشکوہ کے طرز عمل نے ان کو اور جری کر دیا تھا، وہ اپنی پاٹ شالون مین مسلمان بچون کو اپنے مذہبی علوم سکھلاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان اُن کے مدرسون اور پاٹ شالون مین آتے تھے عالمگیر نے انھین مدرسون کو بند کرایا تھا، بدگمان مورخون نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤن کے تمام مدرسے اور عبادت گاہین ڈھادین، تاہم ان کی تحریر مین بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے، مآثر عالمگیری مین اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھا ہے،

بعرض خداوند دین پرور رسید کہ در صوبہ ٹھٹھہ و ملتان، خصوص بنارس، برہمنان بطالت نشان در مدارس مقرر بہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند و راغبان و طالبان از ہنود و مسلمان مسافتہائے بعیدہ طے نمودہ جہت تحصیل علوم شوم نزد آن جماعۂ گمراہ می آیند، احکام اسلام نظام بہ ناظمان کل صوبہ جات صادر شد کہ مدارس و معابد بے دینان دستخوش انہدام سازند و بتاکید اکید طور درس و تدریس و رسم شیوع مذاہب کفر آئینان برانداز ند،[1]

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس کی کیا غرض تھی لیکن متعصب مورخ نے اس حکم کو عموم کے پیرایہ مین لکھدیا اور یہ اسکی عام عادت ہے، عالمگیر نے بعض خاص ملازمتون سے ہندوؤن کو موقوف کیا تھا،

---

[1] صفحہ ۱۰۱

جس کا ذکر اوپر گذر چکا، لیکن یہ مورخ کہتا ہے کہ ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کر دیے گئے، چنانچہ خاتمۂ کتاب مین لکھتا ہے،

"وہنود اہل قلم یک قلم از عمل معزول گشتہ بودند" (صفحہ ۵۲۸)

پچھلے مورخون نے بھی اس کا اعتبار نہین کیا، خافی خان عالمگیر کے اُن احکام کو جی کھولکر لکھتا ہے جو اُس نے ہندوؤن کے خلاف دیے تھے، لیکن اس واقعہ کا ذکر نہین کرتا،

بت شکنی الزامات عالمگیر کی فہرست مین یہ الزام سب سے زیادہ جلی حرفون مین لکھا جاتا ہے اور کچھ شبہہ نہین کہ اگر عالمگیر نے امن و امان کی حالت مین اپنی رعایا کے تبخانے گرائے ہون تو وہ اسلام کی حقیقت کو نہین سمجھا تھا، خلفائے راشدین سے زیادہ کون اسلام کا حامی ہو سکتا ہے، اُنھون نے سیکڑون ہزارون شہر فتح کیے، دنیا کے بڑے بڑے حصے اُن کے زیر حکومت آئے، اُن کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اسلامی تاریخون مین موجود ہے، ایک واقعہ بھی منقول نہین جس مین اُن کے ہاتھ سے کسی قوم کے معبد اور پرستش گاہ کو ٹھیس بھی لگی ہو، چنانچہ ہم اس بحث کو نہایت مفصل حقوق الذمیین مین لکھ چکے ہین، عالمگیر نے ان سب کے خلاف کیا تو بے شبہہ اس خاص معاملہ مین وہ اسلام کا جائز قائم مقام نہین ہی، لیکن ہم کو غور سے دیکھنا چاہیئے کہ واقعہ کی اصلیت کیا ہے، ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانے پر نظر

ڈالتے ہین، آجکل مذہب اور پالٹیکس بالکل الگ الگ ہین، گورنمنٹ انگریزی اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے شارع عام پر کھڑے ہوکر، عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ کا مذہب ہے) اعتراض اور نکتہ چینیان کرے اور لوگون کو اپنے مذہب مین لائے، لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھے گی کہ کوئی شخص مجمع عام مین گورنمنٹ کے طریقۂ سلطنت پر اعتراض کرے اور لوگون کو مخالفت مین اپنا ہم آہنگ بنائے، آج مسلمانون کی مسجدین اور ہندوؤن کے شیوالے کوئی ملکی اثر نہین رکھتے، لیکن قدیم زمانے مین یہی چیزین بغاوتون اور ہنگامون کا صدر مقام بنجاتی تھین، یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان دونون جب قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہون کو صدمہ پہونچاتے تھے تاریخین بھری پڑی ہین کہ ہندو راجاؤن نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہی تو مسجدین ڈھاکر برباد کردی ہین، علی عادل شاہ دکنی نے ۹۷۶ھ مین رام راج کو جو بیجانگر کا راجہ تھا نظام شاہ بحری کے مقابلے مین اپنی مدد کو بلایا تھا۔ لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو خود علی عادل شاہ کے ملک مین تمام مسجدین جلادین تاریخ فرشتہ مین ہے

علی عادل شاہ ہم درسنہ ستہ وسبعین وتسعائۃ رام راج را بمدد خوانده باتفاق او بصوب احمدنگر نہضت نمود۔ از پرنده تا خیبر و از احمدنگر تا دولت آباد اثر معموری نماند وکفار بیجانگر کہ سالہاے دراز طالب چنین منصوبہ بودند دست بیداد دراز کرده مساجد و مصاحف سوختند[1]۔

[1] تاریخ فرشتہ مطبوعۂ نولکشور جلد دوم صفحہ ۳۶۔

اسی واقعہ کو مورخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے یعنی یہ کہ علی عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلایا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی بے حرمتی نہ کرین، با این ہمہ ان لوگون نے اس کے خلاف کیا، چنانچہ اس کے اصلی الفاظ یہ ہین،

چون در دفعہ اول علی عادل شاہ از ستیزۂ حسین نظام شاہ بحری بہ تنگ آمدہ ناچار رام راج را بہ مدد طلبید چنان عہد و شرط درمیان آورد کہ کفار بیجانگر بواسطۂ عداوت دینی اہالی اسلام مضرت جانی رسانیدہ دستبرد و دستگیر نہ نمایند و مساجد را خراب نہ گردانند لیکن خلاف آن بہ ظہور آمدہ۔ کفار نابکار در بلدۂ احمد نگر در تخریب و تعذیب مسلمانان و ہتک و حرمت ایشان دقیقۂ نامرعی نہ گذاشتند و چنانکہ گذشت در مساجد فرود آمدہ بت پرستی می کردند و ساز نواختہ سرود می گفتند[1]

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہین جنکی تفصیل کی ضرورت نہین

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوؤن نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کسقدر زور پکڑ لیا تھا عالمگیر نے جب ان کی تعدیون کو روکنا چاہا تو ان مین ایک شورش پیدا ہوئی، ذی قعدہ ۱۰۷۹ھ؁ یعنی تخت نشینی کے بارھوین برس عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو، مسلمانون کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہین تو اُسنے اس کے انسداد کا حکم دیا، اس واقعہ کے مہینہ ہی بھر کے بعد متھرا کے اطراف مین ہندوؤن نے شورش کی جسکے

[1] صفحہ ۲۰۷ جلد دوم،

فرو کرنے کے لیئے عبد النبی خان متھرا کا فوجدار متعین کیا گیا اور مارا گیا[1]، اسی زمانے کے قریب یعنی ۱۰۸۰ھ مین بنارس کا تبخانہ کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ تبخانہ جو ابو الفضل کی لوٹ سے نرسنگھ دیو نے بنوایا تھا منہدم کر دیے گئے، اس کے بعد اودیپور وغیرہ کے تبخانون پر آفت آئی،

ایرانی مخالف مورخون کو کیا غرض تھی کہ وہ تبخانون کے انہدام کے اسباب اور وجوہ لکھتے لیکن واقعات ذیل آج بھی معلوم ہین، ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دو، اصل حقیقت صاف معلوم ہو جائیگی،

۱ شاہ جہان کے ساتوین سال حکومت تک، ہندوؤن کا یہ زور تھا کہ مسجدونکو توڑ کر اپنے تصرف مین لاتے تھے اور شریف مسلمان عورتونکو بہ جبر گھر مین ڈال لیتے تھے،

۲ داراشکوہ جو شاہ جہان کے اخیر زمانے مین سلطنت کے کاروبار کا مالک ہو گیا تھا، ہمہ تن ہندو پرست تھا،

۳ عالمگیر کے بارھوین سال حکومت تک، ہندوؤن کا یہ حال تھا کہ علانیہ، مسلمانون کو اپنے مذہبی علوم کی تعلیم دیتے تھے،

۴ عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوون مین شورش شروع ہوئی، ۱۰۹۰ھ مطابق سال ۲۲ جلوس عالمگیری مین کھندیلہ کے راجپوتون نے شورش[2]

---

[1] مآثر عالمگیری،

[2] مآثر عالمگیری،

کی اوران پر فوج کشی کی گئی اور وہان کے تبخانے توڑے گئے، اسی سال عام شورش برپا ہوئی اور جودھپور اور اودے پور کی ریاستین بغاوت کا مرکز بنین،

۵ عالمگیر نے اس بنا پر جودھپور اور اودے پور پر فوج کشی کی اور وہان کے تبخانے غارت کرادیے،

جس قدر تبخانے توڑے گئے، اُنھین مقامات کے توڑے گئے جہان پر زور بغاوتین برپا ہوئین،

عالمگیر ۲۵ برس تک دکن مین رہا، ان ممالک مین ہزارون تبخانے تھے لیکن کسی تاریخ مین ایک حرف بھی نہین ملسکتا کہ اس نے کسی تبخانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو،

الورہ کے مشہور مندر مین سیکڑون تصویرین اور بت ہین عالمگیر اسی نواح مین الورہ سے میل دو میل کے فاصلہ پر مدفون ہے بڑے بڑے بزرگان دین کا یہان مزار ہے جو عالمگیر سے بہت پہلے گذرے، لیکن یہ بت اور تصویرین آج تک موجود ہین، مآثر عالمگیری کا مصنف جو خود عالمگیر کا ایک عہدہ دار تھا اور جس کو بت خانون کے توڑنے کے ذکر مین مزہ آتا ہے اور مزے لے لیکر اس کا ذکر کرتا ہے الورہ کا ذکر نہایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر مین لکھتا ہے،

"بدیع سیر گاہے ست نظر فریب جز بدین تحریر ماہیت راست نیاید، خامہ تا کجا صفحہ اخبار برآراید"

ا؎ صفحہ ۲۳۰

یورپین اور ہندو مورخ کہتے ہین کہ عالمگیر نے چونکہ تبخانے گرائے اس لیے بغاوت ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لیے تبخانے گرائے عالمگیر کا تبخانون کا گرانا ایسا ہی تھا جیسا کہ آج ایسے روشن زمانے مین مہدی سوڈانی کے مقبرہ کو برباد کرا دیا گیا۔

سنہ جلوس مین جب ہندوستان مین امن وامان قایم ہوگیا اور عالمگیر دکن کو روانہ ہوگیا تو تبخانون کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہین تاریخون مین نظر نہین آتا، دکن مین اسلامی سلطنتون یعنی گولکنڈہ اور بیجاپور سے مقابلہ تھا اس لیے کسی تبخانے سے تعرض نہین کیا گیا، ورنہ اگر مذہبی تعصب ہوتا، تو یہان اس کا سب سے اچھا موقع تھا،

عالمگیر تو بقول مخالفون کے، متعصب تھا لیکن نہایت عادل اور غیر متعصب بادشاہ شاہ جہان کو بھی ایسے موقع پر عالمگیر بننا پڑا، شاہ جہان نامہ عبدالحمید لاہوی مین جو خود شاہ جہان کی زیر نگرانی لکھا گیا ہے، یہ واقعہ ان الفاظ مین مذکور ہے،

"حضرت جنت مکانی (یعنی جہانگیر) در بنارس کہ منشائے کفر وضلال ومنائے ذرو وبال است تبخانہ بسیار احداث یافتہ، ناتمام ماندہ است، وبرخے از متمولان کفرہ فجرہ می خواہند کہ با تمام رسانند شہنشاہ دین پناہ حکم فرمودہ بودند کہ چہ بنارس وچہ دیگر محال ممالک محروسہ ہرجا تبخانہ احداث یافتہ باشد آن را براندازند،

درین ولا از عرضہ داشت وقائع نگار صوبہ الہ آباد معروض گشت کہ ہفتاد وشش

بتخانہ درخطۂ بنارس بہ خاک برابر گردید[۱]،

شاہ جہان کوئی متعصب بادشاہ نہ تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کثرت سے نئے نئے بتخانون کا بلا اجازت تعمیر کرنا، اسی سلسلہ مین داخل ہے جس کی بدولت ہندو اسلامی مساجد و معابد کو بتخانے بنانے کی جرٔت کرنے لگے ہین، چنانچہ اُس نے نئے بتخانون کو تڑوا کر ہندوٗن کی ملکی قوت کا استیصال کر دیا، عالمگیر نے بھی یہی بلکہ اس سے کم کیا، اُس نے بنارس کا صرف ایک بت تڑوایا اور متھرا کا وہ بتخانہ جو مسلمانون کے مال سے بنا تھا، اگر یہ جرم ہے تو ہم عالمگیر کو اس جرم سے نہین بچا سکتے،

عالمگیر اور باپ بھائیونکے ساتھ بیرحمی

عالمگیر کے فرد جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے، لیکن اسکے دامن اوصاف کا سب سے زیادہ بدنما داغ ہے، اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتون کا تسخیر کرنا جرم ہے تو مجرمون کی صف مین سکندر اور نپولین کو سب سے آگے کھڑا کرنا چاہیے، اگر مرہٹون کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم شاہ جہان صاحبقران ثانی ہے، اگر راجپوت ریاستون پر لشکر کشی کرنا الزام ہے، تو فرد جرم مین سب سے اوپر اکبر اعظم کا نام ہونا چاہیئے جس نے سب سے

---

[۱] شاہ جہان نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۵۲ حالات ستہ جلوس شاہ جہانی۔

پہلے جے پور پر چڑھائی کی اور اُس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا جبتک راجہ زادیان، تیموری حرم مین نہ آگئین، اگر ہندوؤن کو بڑے معزز عہدے نہ دینا خلاف انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائیگا جس نے آجتک اپنی قوم کے سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز نہین کیا،

لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے، کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیون کے خون کی چھینٹین ہین، اور اس کے مظلومون مین خود اس کا نامور باپ شاہجہان بھی قیدخانے کی کڑیان جھیل رہا ہے،

بے شبہ ہم کو ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہیئے، اور نہایت احتیاط رکھنی چاہیئے کہ میزان عدل کا پلہ طرفداری کے رُخ نہ جھک جائے،

عالمگیر کے حالات کے متعلق، آج بہت سی کتابین موجود ہین لیکن اصول تاریخ کی رو سے ہکو صرف اُن کتابون پر اعتماد کرنا ہوگا جو عین عالمگیر کے عہد مین لکھی گئین، اس قسم کی کتابین حسب ذیل ہین،

عالمگیر نامہ کاظم شیرازی، اس مین ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہین اس کا مسودہ خود عالمگیر کو دکھا لیا جاتا تھا،

مآثر عالمگیری، مستعد خان ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عہدہ دار تھا، لیکن دس برس اول کے حالات اُس نے صرف عالمگیر نامہ کے حوالے

سے لکھے ہین اور اُسی کو مختصر کر دیا ہے

منتخب اللباب خافی خان، اس کا باپ عالمگیر کی فوج مین شریک تھا خود خافی خان بھی اخیر زمانے مین عالمگیری عہدہ دارون مین داخل ہو گیا تھا، یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے، (یہ تینون کتابین کلکتہ مین چھپ گئی ہین)

واقعات عالمگیری، عاقل خان کی تصنیف ہے جو عالمگیری امرا مین ہے، یہ کتاب گو عالمگیر کے زمانے مین لکھی گئی لیکن اس سے چھپا کر لکھی گئی چنانچہ خافی خان نے خود تصریح کی ہے، اور اس بنا پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہین،

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر، اس نے اپنی چشم دید حالات لکھے ہین،

فیاض القوانین، اس مین سلاطین ہندوستان وایران اور مرزا مراد، شجاع، عالمگیر اور امراے تیموریہ کے خطوط ہین، مرزا مراد کے خطوط عین اس حالت کے ہین جب وہ عالمگیر کے ساتھ ملکر دارا شکوہ کے مقابلے پر جانے کی طیاریان کر رہا تھا، ان خطوط اور فرامین کو ملا **فیاض** نے ۱۰۷۴ھ مین جمع کیا تھا، اسکا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خان کے کتبخانے مین موجود ہے، اور ہمارے پیش نظر ہے،

ان مین سے پہلی اور دوسری کتاب مین اگرچہ تفصیلی حالات ہین اور وہ

عالمگیر کی حمایت کے لیے زیادہ مفید ہین لیکن ہم اس لیے اُن سے استناد نہین کر سکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور مآثر کا وہ حصہ جس مین واقعات متنازعہ ہین عالمگیر نامہ ہی سے ماخوذ ہے ان کتابون سے ہم صرف اُن موقعون پر استناد کرینگے جہان اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہین، شیعہ و سنی کا تفرقہ کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم اُن دشمنان قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہین جو اسلامی فرقون مین باہم ناگواری پیدا کرتے ہین یہان تک کہ بعضون نے اس کو معاش کا ذریعہ بنالیا ہے لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً یہ کہنا پڑا ہے کہ عالمگیر سنی تھا اور اُس کے تمام مورخین یعنے نعمت خان، کاظم شیرازی، عاقل خان خافی خان شیعی تھے اس سے یہ غرض نہین کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر نا قابل اعتبار ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتون پر اختلاف مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے اور سچ پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس سے خالی نہین، صرف یہ فرق ہے کہ یورپین مورخین جس حُسن سے تعصب کا استعمال کرتے ہین ایشیائی مورخ نہین کر سکتے،

شاہ جہان کی قید | شاہ جہان کی قید کا الزام اگرچہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے لیے مستقل اور جداگانہ عنوان قایم کرنا چاہیے تھا لیکن اس کا سلسلہ داراشکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونو ایک دوسرے سے الگ نہین ہو سکتے،

۱ داراشکوہ شاہ جہان کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا، دیکھو

[1] یہ مسلسل واقعات تمام تر خافی خان سے لیے گئے ہین جہان کوئی بات اس سے الگ ہے وہان خاص ماخذ کا حوالہ دیدیا ہے

۱۰۶۸ھ ہجری مین شاہ جہان حبس بول کے عارضہ مین گرفتار ہو کر کاروبار سلطنت سے معذور ہو گیا، داراشکوہ نے موقعہ پاکر عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لی اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع، مراد عالمگیر کے جو سُفرا دربار مین رہتے تھے اُن کو بلوا کر مچلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر بھیجنے نہ پائے، اس کے ساتھ بنگال گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیے کہ مسافر آنے جانے نہ پائین، جس سے مقصد یہ تھا کہ مراد، شجاع اور عالمگیر کو جوان صوبون مین حکومت پر مامور تھے خبر نہ ہونے پائے، لیکن یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا چنانچہ تمام صوبون مین خبر پہونچ گئی اور تمام ملک مین بغاوتین برپا ہونے لگین، سب سے پہلے شجاع نے جو داراشکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا بنگال مین اپنی بادشاہی کا اعلان دیدیا، اسی طرح مراد نے احمد آباد و گجرات مین سکہ و خطبہ جاری کیا، لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خودسری اختیار نہین کی عالمگیر اس زمانے مین شاہ جہان کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ مین مصروف تھا قریب تھا کہ وہ فتح ہو جائے دفعتہً اُن تمام افسرون کے نام جو عالمگیر کی فوج مین شامل تھے داراشکوہ نے شاہ جہان کی طرف سے حکم بھجوا دیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار مین چلے آئین مجبوراً عالمگیر نے والی بیجاپور سے ایک کرور روپیہ نذرانہ پر صلح کر لی اور یہ مہم ناتمام رہگئی، داراشکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسیٰ بیگ کو جو عالمگیر کی طرف سے پائے تخت مین سفیر تھا قید کر کے اُس کا گھر ضبط کر لیا، اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کو فوج اور توپ خانہ دیکر گجرات

کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے اگر حرکت کرے تو اُس سے معرکہ آرا ہو،
عالمگیر جمادی الاولی ۱۰۶۸ھ ہجری کی بارھوین تاریخ یعنے **شاہ جہان** کی
بیماری کے پانچوین مہینے بیجاپور سے روانہ ہوکر ۲۵- کو برہان پور مین آیا، یہان
ایک مہینے تک ٹھہرا اور پائے تخت کی خبرین بہم پونچاتا رہا اس سے پہلے مرزا
مراد سے قرارداد ہو چکی تھی کہ فلان مقام پر دونون کا اجتماع ہوگا، چنانچہ ۲۰ رجب
۱۰۶۸ھ ہجری کو دونون بھائی دیالپور مین نربدا اُتر کر ملے، یہ خبر سنکر مہاراجہ جسونت سنگھ
فوجین لیے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن
ہوا، عالمگیر نے کب کلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا، راجہ کے پاس
بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کی غرض سے جا رہے ہین آپ سد راہ
نہ ہوجیئے لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا، راجہ نے شکست کھائی اور
وطن کی طرف بھاگا، تاریخ مین یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ
جب بھاگ کر وطن مین پہونچا تو اُس کی بیوی نے اُس کو اپنے پاس آنے نہ دیا
اور تمام عمر کبھی اُس سے ہمبستر نہین ہوئی کہ پیٹھ دکھانے والا میری مصیبتی
کے قابل نہین،

شاہ جہان آگرہ سے دلی جا رہا تھا کہ جسونت سنگھ کے شکست کی خبر
پہونچی، ہرچند شاہ جہان کو آگرہ کی آب وہوا ناموافق تھی اور اس وجہ سے
آگرہ کو آنا واپس نہین چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ مردہ بدست زندہ تھا، داراشکوہ

اُس کو اُلٹا آگرہ مین لایا اور خود ساٹھ ہزار سوار کے ساتھ عالمگیر کے مقابلے کو نکلا شاہ جہان نے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمھارا جانا خلاف مصلحت ہے مین خود جاکر اس فتنہ کو فرو کیے دیتا ہون، چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے لیکن داراشکوہ نے جانے نہ دیا، اور ۱۶۔ شعبان ۱۰۶۸ھ ہجری کو آگرہ سے روانہ ہو کر سموگڈھ مین خیمہ زن ہوا جہان عالمگیر اور مرزا مراد فوجین لیے ہوئے پڑے تھے، بڑے زور و شور کا معرکہ ہوا نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی، اس معرکہ مین مرزا مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی کہ اگرچہ اُس کے ہاتھی کا ہودہ تیرون سے چھن گیا تھا اور خود لہولہان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا، یہ ہودہ فرخ سیر کے زمانے تک یادگار کے طور پر قلعہ مین محفوظ رہا اور جب سادات بارہ نے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے (عالمگیر کی بیٹی) اسی ہودہ کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگارین ہین،

داراشکوہ نے آگرہ مین جاکر دم لیا اور شرم کے مارے شاہ جہان کے پاس نہ گیا شاہ جہان نے مشورہ اور صلاح کے لیے بار بار بلا بھیجا لیکن داراشکوہ اسی رات اہل و عیال کے ساتھ نکلکر لاہور کے ارادہ سے دلی روانہ ہوا[1]،

۱۷۔ رمضان ۱۰۶۸ھ ہجری کو عالمگیر نے شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی پر جاکر قبضہ کرلے اور شاہ جہان کی خدمت مین جاکر عرض کرنے کہ حضور اب قلعہ

---

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۳۰،

سے باہر تشریف نہ لائین، یہی اخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے اخلاقی مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے،

تمام واقعات کا یہ سرسری خاکہ ہو جو سرتاپا خافی خان کے بیان سے ماخوذ ہے، اصل بحث کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے ہمکو شاہ جہان سے رخصت ہوکر، داراشکوہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے،

واقعات گذشتہ مین دارا کے کارنامے حسب ذیل ہین،

(۱) شاہ جہان کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد عالمگیر اور شجاع کے جو وکلا شاہ جہان کے دربار مین رہتے تھے اُن سے مچلکا لیا کہ شاہ جہان، اور دربار کے حالات نہ لکھنے پائین،

(۲) بنگال، گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیے کہ مسافرون کے ذریعے سے کسی کو خبر نہ ہونے پائے،

(۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کر کے اُسکو قید کر دیا،

(۴) عالمگیر جب بیجاپور کے محاصرہ مین مشغول تھا تو تمام افسرون کو جو اُسکے ساتھ تھے بلوا لیا،

(۵) بغیر اسکے کہ کسی شاہزادے کی طرف سے کوئی پیشقدمی ہوئی ہو، مراد، عالمگیر اور شجاع کے مقابلے کے لیے فوجین روانہ کین،

یہ وہ واقعات ہین جن سے کسی مورخ کو انکار نہین، لیکن مزید اطمینان

کے لیے بعض ضروری واقعات کے متعلق نہایت مستند شہادتین بھی نقل کرتے ہین،

عین محاصرہ گلبرگہ کیوقت عالمگیر کے افسرون اور فوج کو بلوالینا

درین اثناد وقطعہ فرمان کہ حسب الالتماس دارا شکوہ بنام مہابت خان ؤدراوستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف اصدار پذیرفتہ بود پر توصدور یافت درمناشیر مطاعہ حسُن اندراج یافتہ بود کہ مہابت جنگ ؛ وراوستر سال باکل راجپوتیہ اصلا برخصت شاہزادۂ والاگہر (یعنے عالمگیر) مقید نشدہ روانہ گردند؛ ؛ ازین راہ دہن وسُستی تمام بحال اُردوے معلے شاہی (یعنے عالمگیر) راہ یافتہ استقلال وبنائے ثبات وقرار جنود نصرت موعود متزلزل ومتخلل گردید (واقعات عالمگیری از عاقل خان)

ان سب باتون پر بھی عالمگیر نے کسی قسم کی پیشدستی نہ کی بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبونمین اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہین، ہم لوگون کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر تم نے جو فوج بھیجی، یہ نامناسب تھا، چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو خط لکھا ہے اس مین لکھتا ہے،

انچہ اندراج یافتہ کہ ” چون تاحال خبر وقوع قضیہ ناگذیر (یعنے شاہجہان کی وفات) بانرسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن و بہ اظہار

بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید، اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار، افواج بہ سورت می فرستادند درین کار تعجیل نمی رفت، بہتر بود الی آخرہ (فیاض القوانین یعنے مکاتیب تیموریہ وغیرہ)

عالمگیر و مراد کے وکلا کا نظر بند کرنا اور واقعہ نویسی سے روکنا

وکلاے ما برادران بمعنی نظر بند اند کہ ملحد (یعنے داراشکوہ) جمعی را گماشتہ کہ در حضر و سفر بر دور خانہ آنہا می باشند و مقرر نمودہ کہ اخبار و سوانح آن جا را مطابق گفتہ میر صالح برادر روشن قلم بما ننویسد (فیاض القوانین)

عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرنا

عیسیٰ بیگ وکیل سرکار (یعنے عالمگیر) را بی صدور جرمی محبوس ساختہ بہ ضبط اموال و امتعہ او فرمان دادند۔ (مآثر عالمگیری مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴)

واقعات مذکورۂ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کارروائی سے اخیر تک داراشکوہ اور عالمگیر دونون مین سے کون تقصیروار ہے، خبرون کا روکنا، عالمگیر کے وکلا کا نظربند کرنا، عالمگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا، عین جنگ کی حالت مین عالمگیر کے اُمرا اور فوج کا اُس کے پاس سے بلوا لینا، مہاراجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر کے مقابلے پر مامور کرنا، کیسے افعال ہین؟ اور کیا ان مین سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہے؟

سلہ صوبۂ برار عالمگیر کی جاگیر مین تھا، داراشکوہ نے اسکو ضبط کر لیا مرادبخش کے خطوط مین بار بار اسکا ذکر آیا ہے،

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ سب دارا شکوہ کے افعال ہین، ان کو شاہ جہان کے واقعہ کی بحث مین پیش کرنا کس قدر غلط طریق استدلال ہے، لیکن عالمگیر کی تمام کارروائیان جو ابتک اُس نے کین، یعنے دکن سے روانہ ہوا، راہ مین جسونت سنگھ نے دارا شکوہ کی طرف سے روکا تو اُسکو لڑکر شکست دی، آگرہ مین آیا، یہ سب دارا شکوہ ہی کے مقابل مین تھین، شاہ جہان کی بحث مین ان واقعات کے ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اسی بنا پر عالمگیر کی ناسزا حرکات مین شمار کرتے ہین کہ یہ سب باتین گویا شاہ جہان کے مقابلہ مین تھین،

اس مین کوئی شبہہ نہین کہ اس زمانے مین شاہ جہان ہمہ تن مجبور ہو کر دارا شکوہ کے قبضے مین آگیا تھا، اور وہ جو کچھ چاہتا تھا شاہ جہان کے نام سے کرتا تھا،

خافی خان کے بیان مین اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہان آگرہ مین نہین آنا چاہتا تھا دارا شکوہ نے مجبور کیا، دارا شکوہ جب فوج لیکر چلا تو شاہ جہان نے بہت روکا لیکن دارا شکوہ نے نہ مانا، شاہ جہان نے عالمگیر کے معاملے کرنے کے لیے خود جانا چاہا، دارا شکوہ نے نہ جانے دیا،

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے،

"ان دنون شاہ جہان کا فی الواقع بہت پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد اور

تکالیف مرض وہ حقیقۃً دارا شکوہ کے پنجۂ سرکشی مین پھنسا ہوا تھا (ترجمہ سفرنامہ برنیر، جلد اول صفحہ ۶۵)

مراد ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے،

اما بہ اجمال ظاہر شد کہ آن طرف (یعنی دارا شکوہ) استقلال و تسلط تامی کہ نداشت یافتہ حل وعقد امور حضور اقدس (شاہ جہان) بہ قبضۂ اقتدار خود آورد،

ان سب سے بڑھکر یہ کہ دارا شکوہ نے یہ مشق بہم پہونچائی تھی کہ شاہ جہان کے خط مین بالکل خط ملا دیتا تھا، اور فرامین پر شاہ جہان کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا، مراد ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے،

وملحد (دارا شکوہ) خود تقلید خط اقدس (شاہ جہان) را بہ مرتبہ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط[1] می کند،

ان موقعون پر مراد کا بیان اس لیے نہایت وثوق کے قابل ہے کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہے اس لیے یہ احتمال نہین ہو سکتا کہ عوام کے دھوکا دینے کے لیے لکھتا ہو، مراد اور عالمگیر اسوقت تک ہمراز اور ہمدرد ہین،

واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف اُنھین احکام کی پابندی ضرور تھی جو شاہ جہان کے اصلی احکام تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلے پر بھیجنا، دارا شکوہ کی شرارت تھی، شاہ جہان اس پر راضی نہ تھا،

[1] مراد کے خطوط کی عبارتین مکاتیب تیموریہ سے نقل کی گئی ہین جسکا نام فیاض القوانین ہی،

دارا شکوہ کے مقابلے مین عالمگیر کا آمادۂ جنگ ہونا حفاظت خود اختیاری کا ضروری فرض تھا، ڈاکٹر برنیر عالمگیر کا سب سے بڑا دشمن ہی، تاہم ان بھائیون کے ارادۂ جنگ کے متعلق لکھتا ہے،

واقعی اُن کو اپنے اس ارادہ سے دست بردار ہونا مشکل بھی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت مین تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت مین جان جانے کا یقین کلی تھا اور اب صرف دو ہی باتین تھین، یا موت یا سلطنت اور جسطرح شاہجہان خاص اپنے بھائیون کے خون سے ہاتھ بھر کر تخت نشین ہوا تھا اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امیدون مین ناکامیاب رہینگے تو غالب اور فتحیاب حسد کے مارے ہم کو ضرور قتل کرا دیگا،، (ترجمہ سفرنامۂ برنیر صفحہ ۴۶ و ۴۷)

لین پول صاحب لکھتے ہین،

اُورنگ زیب یہ ضرور جانتا ہو گا کہ بھائیون مین کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائے گا یا مارا جائے گا اور اُس نے اپنے دل مین ایک مصمم ارادہ کر لیا ہو گا حفاظتِ خود اختیاری مین اُس کا فرض تھا کہ حصول بادشاہت کے لیے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے، (ترجمہ اورنگ زیب مصنفۂ لین پول، صفحہ ۳۱)

بہرحال عالمگیر جسونت سنگھ اور دارا شکوہ سے لڑا اور اُنکو شکست دی،

لیکن ایک عرضداشت کے ذریعے سے شاہ جہان کو ان تمام واقعات کی خبر دی، شاہ جہان نے دست خاص سے تسلی نامہ لکھکر بھیجا، پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر عالمگیر کا لفظ منقوش تھا، چنانچہ عالمگیر نے ان واقعات کو تفصیلاً لکھا ہے،

عالمگیر کا نکتہ چین اس موقع پر یہ کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا حفاظت خود اختیاری کیوجہ سے کیا، لیکن جب وہ جسونت سنگھ کو شکست دیکر آگرہ کے قریب پہونچگیا، اور شاہ جہان نے اُس کو بار بار بلایا، اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے، تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھکر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنی چاہی جس سے بڑھکر عالمگیر کے حق مین کوئی بات نہین ہوسکتی تھی، یعنے یہ کہ دارا شکوہ کو پنجاب وکابل، اور مراد کو گجرات، اور شجاع کو بنگال دیا جائے، اور عالمگیر کو ولیعہدی کا منصب اور پایۂ تخت کی سلطنت دیجائے، تو اس حالت مین باپ کی نافرمانی کرنا گستاخی سے پیش آنا، اور بالآخر قلعہ مین نظر بند کردینا، اخلاق کے مذہب مین کفر سے بدتر ہے،

لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا شاہ جہان فی الواقع وہی کرنا چاہتا تھا جو کہتا تھا؟ اسلامی تعلق سے شاہ جہان اور عالمگیر دونون یکسان واجب التعظیم ہین، گو وہ خلیفہ نہین لیکن لغوی معنون مین (نہ شرعی) امیر المومنین ہین، میرا دل دُکھتا ہے کہ ان مین سے کسی کو ملزم ٹھہراؤن، لیکن سچائی اور تاریخ نویسی کا کیا فرض ہی؟ شاہجہان

اور عالمگیر دونون قابل ادب ہین، لیکن دونون سے بڑھکر بھی ایک چیز ہے، "حق اور راستی" اور مجھکو اسی اعلیٰ تر چیز کے سامنے گردن جھکا دینی چاہیے،

تمام مورخین مین عاقل خان نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل سے لکھا ہی، عالمگیر کے نام شاہ جہان کے دردانگیز خطوط جن سے پتھر کا دل پانی ہوجاتا ہی بعینہ نقل کیے ہین، نواب جہان آرا بیگم نے شاہ جہان کے اشارے سے جو خط عالمگیر کو لکھا ہے وہ بھی نقل کیا ہے، عالمگیر کو جو لوگ شاہ جہان کی خدمت مین حاضر ہونے سے روکتے تھے، اُنکو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا ہے، اور یہ تمام داستان، اس تفصیل، اس زور، اس درد کے ساتھ لکھی ہے، کہ پڑھنے والے کے منھ سے بے اختیار عالمگیر کے حق مین نفرین نکلجاتی ہے، لیکن بالآخر جب یہ موقع آتا ہے کہ عالمگیر باپ کی خدمت مین حاضر ہونے کے لیے قیام گاہ سے نکلتا ہے اور اُس کے مقربین اُس کو روکتے ہین، تو اسی مورخ (عاقل خان) کو یہ لکھنا پڑتا ہے،

درین اثنا کہ آن حضرت (عالمگیر) سمع مبارک بہ سخنان دولت سگالان داشتہ متردد بودند ناگاہ ناہردل خان چیلہ برسید فرمانے کہ بندگان اعلے حضرت (شاہ جہان) بخط مبارک بہ داراشکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بہ کمال اہتمام واحتیاط بہ دو حوالہ فرمودند کہ اصلا احدے را برین	عین اُس وقت کہ عالمگیر، خیرخواہان دولت کی باتین سُنکر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، دفعتہً ناہردل خان چیلہ سامنے سے نکلا شاہ جہان نے خود اپنے ہاتھ سے داراشکوہ کے نام خط لکھکر بڑی احتیاط سے اُسکے حوالہ کیا تھا

راز وقوف نہ دادہ خود را بعنوان شبگیر و یلغار بہ دار الخلافت شاہ جہان آباد نزد دارا شکوہ رساند و فرمان را بہ آنجناب رسانیدہ جواب بیارد، و در نظر انور حضرت جہان پناہی درآورد و مضمون آن منشور ناطق بدان بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را جمع کردہ در شاہ جہان آباد ثبات قدم ورزد و ازان جا بیشتر نگزرد، کہ ما این جا ہم را فیصل می فرمائیم"، این فرمان مصدق و مصداق قول خیر خواہان آمدہ ۔

کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے اور یلغار کرتے ہوئے دارا شکوہ کے پاس سے جواب لاؤ، خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (دارا شکوہ) مطمئن ہو کر دلی سے آگے نہ بڑھو، اور وہین قیام کرو۔ ہم یہان قصہ فیصل کیے دیتے ہین،

اس خط سے عالمگیر کے ہوا خواہونکی راے کی بالکل تصدیق ہو گئی

مآثر الامراء مین بھی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے، اخیر کے فقرے یہ ہین

دریں اثنا کہ خلد مکان (عالمگیر) گوش بہ سخنان دولت سگالان داشتہ متردد بود ناہر دل چیلہ رسید و فرمانے کہ اعلی حضرت بہ خط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روے اعتماد بہ وحوالہ نمودہ بود کہ خود بہ عنوان سبکروی بہ شاہ جہان آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیارد آوردہ گذرانید، مضمون آنکہ او لشکرہا فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم ورزد ما درین جا ہم را فیصل می فرمائیم" (مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۶۹۷)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا دشمن تھا اوران تمام جھگڑون مین موجود تھا اُس کے بیان سے اس اجمال کی گرہ کھل جاتی ہے وہ لکھتا ہے،

"شاہ جہان نے ایک معتبر خواجہ سرا کو اورنگ زیب کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا کہ " بیشک دارا شکوہ نے جو کچھ کیا سب نامناسب تھا اُور اُس کی بے سمجھی اور نالائقی کی باتین یاد دلا کر کہا کہ تم پر تو ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہین پس تمکو ہمارے پاس جلد آنا چاہیے تاکہ تمہارے مشورہ سے اُن امور کا انتظام کیا جائے جو اس افراتفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہوئے ہین " مگر اس محتاط شہزادہ (یعنے عالمگیر) نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعے مین چلے جانے کی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب (یعنے جہان آرا بیگم) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہین ہوتی اور اس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے اور یہ پیغام اُس کا ایک چکمہ ہے اور اُس نے قلما قینون (تاتاری عورتین) مین سے جو محل سرا مین چوکی پہرہ کے کام پر متعین رہتی ہین کچھ قوی ہیکل اور مضبوط اور مسلح عورتین اس قصد سے لگا رکھی ہین کہ جب وہ قلعے مین داخل ہو تو فوراً اُس پر آن پڑین (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۱۴)

لین پول نے سچ لکھا کہ " اُس جال مین جو شاہ جہان نے اپنے بیٹے کے پھانسنے کو بچھایا شاہ جہان خود پھنس گیا[سلہ] "

عالمگیر نے بارہا شاہ جہان کی خدمت مین حاضر ہو کر عفو قصور کرانا چاہا لیکن

سلہ ترجمہ لین پول صفحہ ۵۴

شاہ جہان اب بھی دارا شکوہ کا خواب دیکھتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ جہان ارا بیگم جو شاہ جہان کی دنیا مین سب سے بڑھکر عزیز تھی، دارا شکوہ کی نہایت طرفدار تھی، شاہ جہان نے ہندی زبان مین خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا، اور اس قسم کی اُس کی کوششین برابر جاری رہین، عالمگیر اب مایوس ہوکر بیٹھ رہا، خافی خان لکھتا ہے،

خلد مکان (عالمگیر) مکرر ارادۂ دیدن پدر والاقدر بہ قصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی وشومی برادر ناہنجار بلااختیار بظہور آمدہ، نمودند، آخر چون دانستند کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہان) طرف رعایت واعانت دارا شکوہ غالب وراغب ست وسررشتۂ اختیار بحکم قلم تقدیر از دست رفتہ، مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستہ،، جلد اول صفحہ ۳۴

اسی زمانے مین شاہ جہان نے ایک خط مہابت خان سپہ سالار کو جو اسوقت کابل مین تھا لکھا، یہ خط خافی خان نے پورا نقل کیا ہی، اس کے چند فقرے یہ ہین،

,, چون فرزند مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ،، بہ مدد و رفاقت دارا شکوہ بابا پرداختہ بہ مقابلہ وجزای اعمال ہر دو نابرخوردار یعنے (عالمگیر ومراد) پردازد،،

شاہ جہان کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کاروائیون کے ساتھ بھی عالمگیر نے یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شاہزادۂ اعظم کو شاہ جہان کی خدمت مین عفو تقصیرات

کے لیے بھیجا اور پانسو اشرفیان اور چار ہزار روپے نذر بھیجے، اور چند روز کے بعد جب قلعے کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہوگیا تو شاہ جہان کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا کردیے، ڈاکٹر برنیر کو بھی مجبوراً یہ شہادت دینی پڑی،

"غرضکہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہ جہان کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطرداری کرتا اور نہایت کثرت سے تحفے تحایف بھیجتا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات مین اُس کی رائے اور مشورہ کو مثل ایک پیرومرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اُس کے عریضون سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرمانبرداری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہ جہان کی گردن کشی اور اُس کا غصہ آخرکار یہان تک ٹھنڈا پڑگیا کہ معاملات سلطنت مین بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا،

بلکہ اپنے باغی فرزند کی سب گستاخانہ حرکتین معاف کرکے اُس کے حق مین دعائے خیر بھی کردی"[1] (ترجمہ سفرنامۂ ڈاکٹر برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)

انصاف کرو، شاہ جہان اتنی بات پر برسون جہانگیر سے لڑتا رہا کہ اس نے شاہ جہان کی جاگیر نورجہان کو لیکر دیدی تھی حالانکہ اور ہر طرح کی عنایتین بحال تھین تاہم شاہ جہان نیک نام ہے، عالمگیر نے اس حالت مین کہ اُس کی جاگیر چھین لیگئی

[1] اسکے بعد برنیر نے لکھا ہے کہ "عالمگیر شاہ جہان کی ہدایتون کے برخلاف بھی کرتا تھا" لیکن وہ عام سلطنت کے متعلق ہدایتون کی مخالفت تھی جسکو اس موقع سے کوئی تعلق نہین،

تنخواہ بند کردی گئی عین دشمنون کے مقابلے کے وقت، اُس کی فوج اُس کے پاس سے بلالی گئی۔ ۵، ہزار فوج خود اس کے مقابلے و مقاتلے کے لیے روانہ ہوئی قلعہ مین اُس کے قتل کا بندوبست کیا گیا، ان سب باتون کے ساتھ وہ شاہجہان کا نہایت ادب و احترام کرتا رہا، تاہم وہ بدنام ہے،

رند و صوفی ہمہ سرمست گذشتند و گذشت   قصۂ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

مورخین کو اپنے محکمۂ عدالت مین اس بات کا بہت کم موقع حاصل ہو سکتا ہے کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کر سکین لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اس کا افسوس نہین ہو سکتا، عالمگیر نے شاہجہان کو جو خطوط لکھے ہین اُن مین ان الزامات کی خود جوابدہی کی ہے، عالمگیر کو اس کے مخالفون نے ہمیشہ سخن ساز او رمتفنی بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کر کے سامنے آ گئے ہین اور رازہائے سربستہ کے چہرے سے نقاب اُٹھ گئی ہے اس لیے موقع ہی کہ عالمگیر کو اپنے عذرات کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے، ہم اُس کا اصلی خط خافی خان[1] کی تحریر کے مطابق نقل کرتے ہین، دیکھو اس سخن ساز او رمتفنی شخص کا ایک حرف بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے؟

بعد ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بہ عرض اشرف می رساند، صحیفہ کہ بہ خط خاص پس از تمادی ایام مصادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سرمایۂ سعادت

---

[1] جلد دوم مطبوعۂ کلکتہ صفحہ ۱۰۲

حاصل کرد کیفیتی کہ نگارش یافتہ بود بہ وضوح انجامید، از سبب گرفت وگیر خطوط استفسار
شدہ بودہ، بر خاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ازین مرید در ابتدای حال وآغاز وقوع
مراتبی کہ بہ تقدیر ایزد متعال روداده بہ اعتقاد آن کہ چون آنحضرت عقل کل اند واکثر اوقات
گرامی در تجارب پست وبلند روزگار گذشتہ، شاید ظہور این امور از قضا وقدر دانستہ،
در شکست کار این مرید ورونق بازار دیگران کہ ارادت اللہ بدان تعلق نہ گرفت،
کوشش نہ فرمایند سلوک را بہ نہجی مستحسن قرار دادہ بود ومی خواست کہ بعد رفع شورش
در استرضای خاطر والا کمر اہتمام بہ میان جان بستہ بدان وسیلہ سعادت دارین حاصل
کند وہر چہ می شنید کہ موجب ارتفاع غبار فساد وبرہم خوردگی مہمات عباد بہ تحریک
آن حضرت است، وبرادران بفرمودۂ اقدس دست وپا می زنند وجانی می کنند،
گوش بہ سخنان مردم نینداختہ، اندیشہ انحراف از شاہراہ عقیدت نمی نمود لیکن
از ان جا کہ اخبار بے توجہی حضرت بہ تواتر رسیدہ چنانچہ از نوشتہ کہ بہ خط ہندوی
بہ شجاع قلمی گردیدہ بود وخان ومان او بر سر آن خراب گشتہ، ہویداست یقین حاصل
شد کہ آن حضرت این مرید را نمی خواہند وآن کہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند
کہ دیگر استقلال پذیرد وسعی دارند دراین فدوی کہ مصروف بر اجرای احکام دین متین
وانتظام مہمات مملکت است ضائع شود وبہ ہیچ طریق ازین فکر باز نیامدہ درین کار
مصر اند، ناگزیر بہ مراعات لوازم حزم واحتیاط پرداختہ واز حدوث مفسدہ ہای
ممتنع التدارک اندیشہ مند گشتہ انچہ بہ خاطر داشت نتوانست از قوۃ بہ فعل آورد و

ودر صدق این دعوی خدائے توانا شاہد است، انشاء اللہ تعالی بعد ازان کہ کار معاندان بہ یکے ازین دو وجہ ساختہ شود چرا این ہمہ عبث احتیاط خواہد نمود، در باب آبدارخانہ قلمی نمودہ بودند، آب خاص در غسل خانہ درین وقت کہ آن حضرت پیوستہ در محل می باشند چہ درکار است ومہر بر کارخانہ ملبوس نمودن از رہگذر تصدق شدن خواجہ معمور می شد، الحال کہ دیگر بدین عدہ مامور گردید پوشاک مبارک بدستور سابق بے تعلل خواہد رسید،

دارا شکوہ کا قتل موافق اور مخالف دونون تسلیم کرتے ہین کہ دارا شکوہ اپنی بدتدبیری خود رائی کج طبعی کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ تیمور کے تخت[له] کا مالک ہوتا، اس سے بھی کسی کو انکار نہین کہ بھائیون کی جنگ مین ابتدا اُس کی طرف سے ہوئی اور عالمگیر ومراد وشجاع کو مجبوراً اُس کے حملون کو روکنا پڑا یہ بھی کچھ الزام کی بات نہین کہ دارا شکوہ گرفتار کرکے دربار مین لایا گیا، لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی محفوظ مقام مین نظر بند رکھا جاتا، وہ کتنا ہی برا سہی لیکن بھائی تھا، اگر عالمگیر اُس کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتا تو اخلاقی مرقع مین اُس کی تصویر اس قدر نفرت انگیز نہ ہوتی

بے شبہہ یہ اعتراض بہ ظاہر نہایت قوی ہے لیکن تیموری خاندان بلکہ تمام ایشیائی سلطنتون مین مدعیان سلطنت قید اور نظر بند ہوکر بھی سلطنت کے منصوبون سے دست بردار نہین ہوتے، اس کے ساتھ اُن کے طرفدارون کا ایک گروہ ہمیشہ

[له] (ترجمہ سفرنامہ برنیر صفحہ ۱۱۱) کیا ایسا شخص سلطنت کے بارگران اُٹھانے کے قابل تھا۔

موجود رہتا ہے اور اُس وقت تک نچلا نہین بیٹھتا جبتک نخل آرزو کے تمام رگ و ریشے کٹ نہ جائین، تم نے تمام تاریخون مین پڑھا ہوگا کہ دارا شکوہ جب دلی مین گرفتار ہو کر آیا ہے اور بازار مین اسی حالت سے نکلا ہے تو تمام شہر مین ہنگامہ برپا تھا زن و مرد ڈھاڑین مار مار کر روتے تھے، بالاخانون سے سرکاری آدمیون پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے تھے ملک جیون پر جس نے دارا کو گرفتار کیا تھا گالیون کا مینھ برس رہا تھا

حاشیہ صفحہ ۱۰۴

لہ ڈاکٹر برنیر سے زیادہ کون شخص دارا شکوہ کا دوست ہو سکتا ہے، اُس نے سخت مصیبت کی حالت مین دارا شکوہ کا ساتھ دیا تھا، تاہم وہ دارا شکوہ کی ذاتی خوبیان گنا کر لکھتا ہے۔

مگر باینہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اُس کو یہ گھمنڈ تھا کہ مین اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست اور انتظام کر سکتا ہون اور کوئی فرد بشر ایسا نہین جو مجھے صلاح اور مشورہ دے سکے، وہ اُن لوگون سے جو اُس سے ڈرتے ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرأت کر بیٹھتے تھے، حقیر اور اہانت سے پیش آتا تھا، چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب سے اُس کے دلی خیرخواہ بھی اُس کے بھائیون کی پوشیدہ اور مخفی بندشون سے اُسے آگاہ نہ کر سکے وہ ڈرانے اور دھمکانے مین بڑا تیز تھا یہان تک کہ بڑے بڑے اُمرا کو برا بھلا کہہ بیٹھتا اور اُن کی ہتک کر ڈالتا لیکن اُس کا غصہ اور بدمزاجی ایک آن کی آن مین جاتی رہتی تھی،

ظاہرین خیال کرتے ہین کہ دارا شکوہ کی ہردلعزیزی کا اثر تھا اور اس لیے اس کا مالک تاج وتخت ہونا زیادہ موزون تھا، لیکن حقیقت یہ ہو کہ یہ سب ایک فتنہ گر کا شعبدہ تھا **خافی خان** لکھتا ہے،

روز دیگر کہ **کوتوال** بموجب حکم درپے تحقیق بانی آن فساد پرداخت ظاہر شد کہ ہیبت نام احدے پیش قدم این جرات کشتہ مادۂ فساد وآشوب تمام شہر گردیدہ بود[1]

بے شبہہ لوگون کو خود بھی رقت ہوئی ہوگی، لیکن یہ ملکی ہردلعزیزی کا ثبوت نہین ہو دارا شکوہ جس شان وشوکت کا شہزادہ تھا جس کروفر سے اُس کی سواری شہرین لوگون نے نکلتے دیکھی تھی جس طرح وہ رُپیے برساتا ہوا بازار سے گذرا کرتا تھا، اس کے مقابلہ مین جب لوگون نے اُس کو شکستہ حال پابزنجیر بےکس وبےیار، بازار سے گذرتے دیکھا ہوگا تو کس کے دل سے آہ نہ نکل گئی ہوگی اس وقت اس فیصلہ کرنے کا کیا وقت تھا کہ وہ تخت شاہی کے قابل بھی ہے یا نہین؟ ایسی حالتون مین تو دشمن کے لیے بھی آنسو نکل آتے ہین اور دارا شکوہ تو پھر بھی **صاحبقران ثانی** کا شہزادۂ اعظم تھا

یہ قطعی ہے کہ دارا شکوہ جب تک زندہ رہتا سازشین برپا رہتین اور ملک کو امن وامان نصیب نہ ہوتا اس لیے عالمگیر کو وہی کرنا پڑا جو خود اُس کے باپ شاہ جہان سے اُس کو ترکہ مین ملا تھا شاہ جہان نے اپنے بھائیون (داوربخش وشہریار) اور حقیقی بھتیجون (ہوشنگ وغیرہ) کو قتل کرا دیا تھا، عالمگیر کو بھی اس قسم کی بھینٹ چڑھانے کا حق تھا ع

---

[1] جلد دوم خافی خان صفحہ ۸۶

این گناہیست کہ درشہر شما نیز کنند

مراد کا واقعہ | یہ مسئلہ شاہ جہان کی قید اور دارا کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے شاہ جہان اور داراشکوہ دونون عالمگیر کے صریح مخالف تھے لیکن مراد عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت سنگھ کے معرکے مین اُسی کی پامردی اور راندھا دھند جانبازی نے داراشکوہ کی فتح کا پاسہ اُلٹ دیا تھا وہ ابتدا سے عالمگیر کا ہوا خواہ اور طاعت گذار تھا اور جو کچھ کرتا تھا عالمگیر کے تیور دیکھکر کرتا تھا ایسے جانباز اور مطیع دوست کو عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی سے آزاد ہوگیا۔

لیکن اس مسئلہ نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخون نے پورا واقعہ بیان نہین کیا۔ عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری کے مصنف تو اس قسم کے واقعات کے اسباب وعلل سے مطلق بحث نہین کرتے اس لیے اُن سے کوئی شکایت نہین ہوسکتی لیکن خافی خان جو ان مصنفون پر ترجیح حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے ماخذون سے اور بالخصوص عاقل خان کی تصنیف سے حالات بہم پونہچاتا ہی جب اس واقعہ کو لکھتا ہے تو صرف یہ لکھ کر رہ جاتا ہے۔

اول روز محمد مراد بخش را بحسن تدبیر کہ تقدیر بران موافقت نمود کہ بہ ذکر تفصیل آن نمی پردازد دستگیر ساختہ زنجیر بہ پا انداختہ الخ (جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

خافی خان اس واقعہ کی تفصیل نہین بیان کرتا۔ لیکن کیون ؟ کیا عالمگیر پر احسان ہے کہ وہ زیادہ بدنام نہ ہونے پائے۔ لیکن شاہ جہان کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بدنام کن

تھا اس کو خافی خان نے بڑی تلاش سے بہم پونہچایا چنانچہ خود لکھتا ہے۔

اگرچہ مولفان عہد نویس ہرسہ عالمگیر نامہ منزوی ساختن اعلیٰ حضرت را موافق مرضی مبارک مجمل بہ زبان قلم دادہ اند اما **عاقل خان** خافی در واقعات **عالمگیری** تالیف خود بہ شرح وبسط ذکر کردہ خلاصہ کلام آنکہ الخ (صفحہ ۳۲)

اسی **عاقل خان** نے **مراد** کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا تھا اس کو **خافی خان** کیون قلم انداز کرتے ہین۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ مراد گو نہایت دلیر بہادر اور جانباز تھا۔ لیکن اسکے ساتھ نہایت سادہ لوح اور نہایت آسانی سے لوگون کے دم مین آجاتا تھا۔ **داراشکوہ** پر جب اس کو فتح حاصل ہوچکی تو اس کو لوگون کے بہکانے سے یہ خیال آیا کہ یہ معرکے مین نے سر کیے ہین۔ مین ہی تنہا تخت سلطنت کا حقدار ہون اس خیال سے اس نے عالمگیر سے علحدگی اختیار کی۔ اور عالمگیر کے بڑے بڑے امرا کو بھاری تنخواہون اور انعامونکی طمع دلاکر توڑنا شروع کیا۔ چنانچہ بیس ہزار فوج اس کی رکاب مین جمع ہوگئی اور روز بروز عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی۔ مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا **عاقل خان** لکھتا ہے۔

درین منزل بہ بعرض بار یافتگان محفل والا رسید کہ سلطان **مراد بخش** از اکبرآباد کوچ نہ کردہ از **رفاقت پہلوتہی ساخت** وجمعے از ملازمان بادشاہ مثل ابراہیم خان ولد علی مراد خان **امیرالامراء** وغیرہ ملازمت

آن جناب (مرادبخش) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند وچون مواجب ومناصب دہ بیست و دہ پانزدہ مقرر کردہ جمعیتی کہ بدان جناب رجوع مے آرند رعایت کلی مے فرمایند قریب بیست ہزار سوار در ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہربین صورت پرست کہ از سرمنزل معنی وحقیقت چندین مرحلہ دور افتادہ اند بواسطۂ طمع منصب وچشم رعایت از اردوے معلی (یعنی از فوج عالمگیر) جدا شدہ بآنجناب (مرادبخش) می پیوندند وجمعیت سپاہش آناً فاناً سمت ازدیاد مے پذیرد۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مرادبخش کو قابو مین لانا پڑا لیکن انصاف یہ ہے کہ عاقل خان کی تحریر کے موافق جس طرح مراد گرفتار کیا گیا یعنے عالمگیر نے اس کو درد شکم کے بہانے سے بلایا اور قیلولہ کرنے کے لیے جب وہ خوابگاہ راحت مین گیا تو ایک لونڈی بھیجکر اُس کے ہتھیار منگوا لیے پھر شیخ میرو وغیرہ کو بھیجکر اُسکو گرفتار کرالیا یہ ایک ایسا کام ہے جو پولٹیکل قانون کے رو سے گو جائز ہوا اور گو مراد سے علانیہ جنگ کرنے مین ہزارون کا خون ہوتا لیکن اگر عالمگیر اور خونریزیون کی طرح اس کو بھی گوارا کرتا اور مراد پر تدبیر سے نہین بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تو ہم اس کی مردانہ روش کی زیادہ داد دیتے۔ لیکن سچ یہ ہی کہ عالمگیر نے کبھی یہ دعوے نہین کیا کہ وہ خلیفہ منصور عباسی سی جسنے ابومسلم اصفہانی بانی دولت عباسیہ کو دھوکے سے بلاکر قتل کرا دیا تھا۔ زیادہ مدح کا مستحق ہی۔

یورپین مورخون کی غلط بیانیان یورپین مورخون نے ان تمام واقعات کے متعلق جو غلط بیانیان اور فریب کاریان کی ہین ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہوگی

مین نے ابتدائے بحث سے اس وقت تک قصداً آن کو نظرانداز کر رکھا تھا کہ ان مین اُلجھ کر کہین بدہ نہ جاؤن ۔ لیکن اب جبکہ مین ضبط نفس کرکے بحث کے خاتمہ پر آگیا ہون تو نہایت اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے کچھ لکھنا ضرور ہے کہ یورپین مورخون کی غلطکاری ۔ ناواقفیت فریب بازی اور دانستہ تحریف کا اندازہ ہو سکے ۔ شاہ جہان ۔ داراشکوہ ۔ مراد ۔ ہرایک کے واقعہ کے متعلق ان مورخون کا یکسان طرزعمل ہے لیکن مین اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اکتفا کرتا ہون

۱ ۔ تمام یورپین مورخین لکھتے ہین کہ شاہ جہان کے مقابلے مین بغاوت اور داراشکوہ سے لڑنے پر مراد کو عالمگیر نے اُبھارا اور مختلف فریبون سے اُس کو اس پر آمادہ کیا ۔ لیکن علاوہ تاریخی کتابون کے خود مراد کے خطوط موجود ہین جن سے صراحتہً ہرجگہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی نہین چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا ۔ ایک خط مین جو ۲۳ ۔ صفر یعنے شاہ جہان کی بیماری سے دو مہینے بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے ۔ تمام واقعات کی اطلاع دیکر اور عالمگیر سے شریک جنگ ہونے کی درخواست کرکے لکھتا ہے

اگر آن صاحب مہربان نیز ازان طرف متوجہ شود بہتر ۔ والا مخلص بہیچ وجہ درین باب توقف بجز و قرار نمی تواند داد ۔

جب عالمگیر نے ان خطوط کے جواب مین لکھا ہے کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہین اور ہم لوگون کو جگہ سے حرکت نہ کرنی چاہیے اور آپ نے بندر سورت پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو بہتر ہوتا ۔ تو مراد نے متعدد خطون مین عالمگیر کو آگرہ کی طرف بڑھنے پر اُبھارا ہے ۔ ایک خط مین جو ۱۰ ربیع الاول

کا لکھا ہوا ہے لکھتا ہے۔

انچہ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آن واقعہ (وفات شاہ جہان) تردد دارند بہ خود معقول نمی تواند کرد۔ بہر حال چون ہرچہ بعد از تیقن این معنی بایستے کرد بہ عمل آمدہ بر گشتن ازان امکان نہ دارد۔

پھر ایک اور خط مین لکھتا ہے۔

انچہ اندراج یافتہ کہ چون تا حال خبر وقوع قضیۂ ناگزیر (یعنی وفات شاہ جہان) بہ ما نہ رسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر شود۔ از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید۔ اگر آن برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج سورت می فرستادند و درین کار تعجیل نمی رفت بہتر می بود (یہان تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہی) در واقع نظر بہ نوشتہ جات وکیل چنین بایستے کرد کہ مرقوم فرمودہ اند اما درین ایام براین اعتماد نیست کہ از تقاریر جاسوسان معتمد بہ یقین پیوستہ کہ در اوسط شہر ذیحجہ حضرت را ہنگام موعود رسیدہ و وکلاے ما برادران بہ معنے نظر بند اند۔ ۔ ۔ بہر و تقدیر۔ انتظار خبر بردن۔ وقت و قابو را از دست دادن و گفتگوے ارباب عناد بازی خوردن۔ و اطاعت او کہ اصلا طبیعت بر نمی تابد کردن است۔

اسی خط کے اخیر مین لکھتا ہے۔

محض این ہمہ مقدمات آنکہ قرار و مدار کار خود را بر محاربہ جنگ گذاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادۂ کارزار است و سوائے این فکرے دگر ندارد و پیرامون خاطر نے گردد و اگر انتظار آن صاحب والا قدر مانع نمی بود تا حال خود را بآن نواحی می رسانید۔

اس پر بھی عالمگیر مراد کو بار بار روکتا ہے اور مراد بڑھنے کے لیے بیقراری ظاہر کرتا ہے چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے۔

مخلص را سوائے اجازت آن صاحب مہربان۔ مانعے نیست۔

اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کرلیا ہے تو ۱۰۔ ربیع الثانی کو عالمگیر کو ایک خط مین لکھتا ہے۔

"لشکرے کہ مشغول آنجا (یعنے سورت) بود درین زودی بحضور سے رسد۔ منتظر اشارہ و اجازت آن صاحب مہربان است"

اسی زمانے مین یعنی ۱۴۔ ربیع الثانی کو ایک خط مین عالمگیر کو لکھتا ہے

چون آن صاحب والا قدر درین وادی متردد خاطر بودہ در کارہائے ضروری آن وقت را موقوف بہ تشخیص خبرے دارند۔ ہرچند روزے گذرد۔ مخالف (یعنے داراشکوہ) قوت و استقلال دیگرے گیرد..... این قدر یقین حاصل است کہ حضرت اعلی را (شاہجہان) مطلق اختیارے نماندہ است۔ و آن حضرت را ملحد (داراشکوہ) البتہ بصید خویش در آوردہ کہ افواج برسر بھائی شجاع رفتہ ودرپئے برہم زدن ما است۔ بہ محض بہر بہنجے کہ روے دہد آن ملحد را از میان برداشتہ حضرت اعلی را از دست او برے آریم بہرحال عازم مقصد شدن اولےاست۔ اگر این طرز پسند خاطر افتد۔ صاحب و قبلہ بھائی جیو۔ (یعنے شجاع) را ہم درین باب متفق ساختہ دریک ساعت و یک وقت از جاہائے خود روانہ مطلب می باید شد

اس قسم کے اور بہت سے خطوط ہین جن سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار

روکتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس کی زندگی تک ہم لوگون کو اپنی اپنی جگہ پر رہنا چاہیے لیکن مراد کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے۔ کبھی لکھتا ہے کہ حضور اگر زندہ بھی ہین تو داراشکوہ کے قابو مین ہین۔ کبھی لکھتا ہے کہ اب جو ارادہ کر لیا کر لیا۔ اب آپ بھی ساتھ دیجیے تو دیجیے ورنہ بندہ تنہا روانہ ہوتا ہے۔

انصاف کرو ان تصریحات کے بعد یورپین مورخون یا خافی خان کا بیان کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے مراد کو دم دلاسے دیکر اپنی شرکت پر آمادہ کیا۔

۲۔ یورپین مورخ لکھتے ہین کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملیگی مین داراشکوہ کے استیصال کے بعد حج کو چلا جاؤنگا۔ برنیر صاحب لکھتے ہین کہ اسی بنا پر عالمگیر ہمیشہ مراد کو "حضرت" کے لفظ سے خطاب کیا کرتا تھا۔ خافی خان کے طرز تحریر سے بھی پایا جاتا ہے کہ مراد کو سلطنت کی امید دلائی گئی تھی۔ لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے بے شبہ تینون بھائیون مین ایک معاہدہ ہوا تھا لیکن خافی خان اور یورپین مورخون نے اسکی تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ معاہدہ کیا تھا۔ مرزا مراد نے اپنے خطوط مین جو عالمگیر اور شجاع کو لکھے ہین جابجا اس کا اشارہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ داراشکوہ جب ہم مین کسی ایک پر چڑھائی کرے تو اور بھائی بھی اعانت مین شریک ہون چنانچہ ایک خط مین لکھتا ہے

"از معہودات فیما بین آن ست کہ ہرگاہ ملحد[1] (داراشکوہ) بہ یکے از برادران بہ بیجہ دیگران امداد بکنند"

---

[1] مراد اپنے خطوط مین عموماً داراشکوہ کو ملحد لکھتا ہے۔

اس کے سوا یہ بھی معاہدے مین داخل تھا کہ فتح کے بعد ایک ثلث مال غنیمت اور کابل و پنجاب و کشمیر کے علاقے مراد کو دیے جائین عاقل خان واقعات عالمگیری مین لکھتا ہے

قرار یافت کہ ثلث از غنایم نصیبۂ سلطان (یعنی مراد) و ثلثان بہ سرکار فیض آثار (یعنی عالمگیر) عائد گردد و بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل بجناب سلطانی تعلق گیرد و آن جناب (یعنی مراد) در ولایات مذکورہ علم سلطنت برافرازد و آن سہی سرو کوس فرمان روائی بنوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد

چنانچہ دارا شکوہ کی شکست کے بعد جب مراد نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی ظاہر کی تو عالمگیر نے اسی معاہدے کی بنا پر بیس لاکھ روپیے نقد بھیجدیے اور کہلا بھیجا کہ داراشکوہ کے قصہ فیصل ہونے کے بعد کابل اور پنجاب و کشمیر بھی حوالہ کیا جائیگا۔ عاقل خان لکھتا ہے۔

لاجرم آن حضرت (عالمگیر) مبلغ بست لکھ روپیہ نقد بہ واسطہ اوارسال داشتہ پیغام کرد کہ بالفعل این مبلغ را بضرورت خاصہ خود و سپاہ صرف نماید بموجبی کہ بہ آن برادر والا تبار مقرر کردہ شد کہ ثلثی از غنایم بہ سرکار ایشان عائد گردد و تتمہ نیز خواہد رسید انشاء اللہ تعالیٰ بعد از اتمام پذیرفتن مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب و کابل و کشمیر بہ آن مسند آرای سلطنت و جہانداری ارزانی خواہد شد

ان واقعات کے مقابلے مین ڈاکٹر برنیر صاحب اور دیگر یورپین مورخون کا یہ بیان

کہ عالمگیر نے مراد کو اس بھرّے پر چڑھایا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہین اور مین آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤنگا۔ کس قدر صریح افترا اور بہتان ہے ڈاکٹر برنیر نے اس مضمون کو بار بار بڑے زور سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین۔

اورنگ زیب اگرچہ بظاہر مراد بخش کو برابر شاہ ہندوستان کہکر گفتگو کرتا رہا اور خلیل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہین۔

(صفحہ ۱۰۴)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہین کہ عالمگیر نے مراد کو ایک خط لکھا جس کے جستہ جستہ فقرے یہ ہین۔

بھائی تم کو اس بات کے یاد دلانے کے لیے کچھ حاجت نہین کہ امور سلطنت کی محنت اُٹھانی میرے اصلی مزاج اور طبیعت کے کس قدر مخالف ہے × × اور اگرچہ سلطنت کے حق حقوق اور دعوون سے مین بالکل دست بردار ہون × × یہی نہین کہ دارا شکوہ فرمانروائی کے اوصاف سے خالی ہے بلکہ لا مذہب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل تاج و تخت کے لائق نہین × × پس اس صورت مین اس عظیم الشان ملک کی سلطنت کی فرمانروائی کے لائق صرف آپ ہی ہین × × اور میری بابت تو آپ یہ تصور کر لیجیے کہ اگر آپ کی طرف سے موثق اور مستحکم طور پر مجھے یہ وعدہ ملجائیگا کہ جب بفضل خدا آپ بادشاہ ہو جاینگے تو مجکو اپنی قلمرو مین کوئی گوشہ عافیت بہ اطمینان خاطر عبادت الٰہی بجا لانے کو عنایت فرمادیگا پس ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجیے اور موقع کو غنیمت سمجھیے اور جلدی سے سورت کے قلعہ پر

قبضہ کرلیجئے۔"

انصاف کرو ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہین، اور خصوصًا یہ بیان کہ آپ فورًا سورت پر قبضہ کرلیجیے اور دیر نہ لگائیے کس قدر سچ ہے۔ **مراد** کے خطوط مین خود تصریح ہے کہ عالمگیر مہینون **مراد** کو نقل وحرکت سے روکتا رہا بالخصوص قلعہ **سورت** پر اُس کی پیشقدمی کی نسبت صاف لکھا کہ نامناسب تھی۔ ڈاکٹر برنیر صاحب اُلٹا عالمگیر کو مراد کی پیشقدمی کا محرک بتاتے ہین۔ ہم کو مراد اور ڈاکٹر برنیر صاحب مین سے کس پر اعتبار کرنا چاہیے۔

۳۔ تمام یورپین مورخ لکھتے ہین کہ عالمگیر نے شراب پلوا کر **مراد** کو گرفتار کیا لیکن ڈاکٹر برنیر صاحب کے سوا کسی مورخ نے اس کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا۔ طرہ یہ ہے کہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ مین لکھتے ہین۔

اگرچہ برنیر صاحب بھی اسی زمانے کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہین مگر تقریری اور تحریری واقفیت اُن کی محدود ہوگی اور ہندوستانیون پر رائے لگانیکے ذریعے اُنکے پاس کچھ تھوڑے موجود ہونگے۔ علاوہ اس کے اُن کے بیان مین ایسی ایسی حکایتین مذکور ہین جو لوگون کی بناوٹین معلوم ہوتی ہین۔

(صفحہ ۹۹۹ مطبوعۂ علیگڈھ)

الفنسٹن صاحب نے برنیر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ رائے دی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اُن کے نزدیک برنیر کا بیان وہین تک ناقابل اعتبار ہے جہان تک عالمگیر کے موافق ہے۔ ورنہ عالمگیر کی مخالفت مین اُس کا ایک ایک حرف وحی

ہے۔ اور نہ صرف الفنسٹن صاحب بلکہ تمام یورپین مورخین اس کو صحیفہ آسمانی سمجھتے ہین۔

عالمگیر کے الزامات کی تمام روداد اب تمہارے سامنے ہے۔ غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور ایک ایک واقعہ کو جانچو اور پھر دیکھو کہ مخالف مورخون نے عالمگیر کے بُرا ثابت کرنے کے لیے کیا کیا غلط بیانیان کی ہین۔ کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے۔ کیا کیا غلط نتائج قائم کیے ہین۔ کن کن پُرفریب طریقون سے کام لیا ہے عالمگیر کیا۔ اگر یہ کوششین **نوشیروان** کے متعلق صرف کیجاتین تو وہ بھی شیطان بن جاتا۔

عبرت **عالمگیر** کے دوستون مین ایک صاحب **لین پول** ہین اُنھون نے **عالمگیر** کے حالات مین ایک کتاب لکھی ہے اور اپنی دانست مین **عالمگیر** کے تمام الزامات کا جواب دینا اور عالمگیر کو قابل قدح ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن اس کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ عالمگیر کی ہر قسم کی برائیان یعنی داراشکوہ وغیرہ کا قتل۔ ہندو ریاستون سے بگاڑ کر کے بنیاد سلطنت کا متزلزل کر دینا۔ بُت خانون کا توڑنا۔ ہندؤن کو ملازمت سے موقوف کرنا۔ دکن کی اسلامی سلطنتون کا برباد کرنا۔ مرہٹون کے پیچھے فوج ملک اور سلطنت کو غارت کرنا۔ وغیرہ وغیرہ ثابت کی ہین۔ اور لکھا ہے کہ عالمگیر چونکہ ایک نہایت دیندار پکا راسخ مسلمان تھا۔ اس لیے فرائض مذہبی کے لحاظ سے ایسا کرنا اُس کا فرض مذہبی تھا۔ چنانچہ منجملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہین۔

مغلون کی تاریخ مین یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا۔ جو ممنوعات سے خود پرہیز کرتا تھا اور دوسرون کو جو اُس کے گرد تھے باز رکھتا تھا۔ وہ ایسا باشاہ ہوا جس نے محض

مذہب کی بدولت اپنے تخت کو معرض خطر مین ڈالدیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میل جول سب سے زیادہ محفوظ طریقہ تھا جو مختلف قومون اور متناقض مذاہب کی بنی ہوئی سلطنت کے قائم رکھنے مین اختیار کیا جاسکتا تھا۔ وہ ضرور اُس پر خطر راستہ سے واقف ہوگا جس پر وہ گام فرسائی کر رہا تھا اور خوب جانتا ہوگا کہ ہندوؤن کی ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا۔ اور ایرانی متوسلون کو جو اُس کی فوج اور اُس کے دربار مین بڑے بڑے سردار تھے علانیہ مخالفت کر کے دشمن بنانا ٭٭ گویا انقلاب کو خود بلانا تھا۔ تاہم اُسنے یہی راستہ اختیار کیا اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس کی عدیم المثال فرمانروائی مین اسی پر چلا گیا ٭٭ یہ جملہ کارروائیان اورنگ زیب نے کسی گہری حکمت عملی کی وجہ سے نہ کی تھین بلکہ ان کو وہ قطعی حق سمجھتا تھا۔

(ترجمہ لین پول صفحہ ۶۳ و ۶۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہین۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت مین ناکامی ہوئی تو لیکن یہ ناکامی بڑی رفیع الشان ناکامی تھی۔ دنیا کا راستہ اُس نے اپنی قوت ایمانیہ پر بند کر دیا تھا۔ اُس نے اپنے ادائے فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا اور باوجودیکہ وہ قطعی غیر ناممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے استقلال سے اسی پر چلا گیا۔ اگر اورنگ زیب ایک دنیادار شخص ہونے کے قابل ہوتا تو اُسکا راستہ فرش گل سے ڈھکا ہوتا لیکن اس کی شان وکامرانی تو اسی مین ہے کہ اُس نے اپنی روح کو مجبور نہین کیا اور علم عقائد کو بیٹھ دکھلانے کی جرات نکی

ہندوستان کا یہ دیندار اعظم ایسے مادہ کا شخص تھا کہ اُس نے تاج شہداجیت لیا۔

(صفحہ ۲۰۱)

لین پول صاحب کی یہ مہربانی چندان قابل تعجب نہین، وہ یوروپین مورخ ہین اور اُنکو یہی کرنا چاہیے تھا لیکن عبرت کا یہ مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ **لین پول** صاحب کی کتاب کو عالمگیر کی حمایت خیال کرتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو مین ترجمہ کیا اور قوم کے ایک بڑے مشہور اور معزز بزرگ کے نام معنون کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے!!!

زنادانی براو کرد۔ ہمدم کارِ من ضائع
عجب تر اینکہ برمن منتِ بسیار ہم دارد

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

ایک طول طویل افسانہ جو مدت مین جا کر ختم ہوا، اس کا حاصل صرف اس قدر نکلا کہ عالمگیر اتنا برا نہ تھا جتنا اس کے مخالف اُس کو بتاتے ہین لیکن کیا عالمگیر کی قسمت مین اسیقدر ہے کیا اُس کو اسی پر قناعت کرنی چاہیے کہ تحسین نہ سہی۔ نفرین سے بچ جائے۔

ہم کو مخالف مورخون کی اس حق گوئی کی داد دینی چاہیے کہ اُنھون نے گو عالمگیر کے معائب جی لگا کر لکھے لیکن محاسن کے اظہار مین بھی کچھ کمی نہین کی یہ البتہ ہے کہ معائب کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خوبیون کی بھنک بھی کانون نہ آسکی لیکن اب جب کہ

الزامات کا تیرہ و تاریک مطلع کسی قدر صاف ہوگیا ہے، عالمگیر کی حقیقی خوبیون کے پیش نظر کرنے کا موقع ہے۔

ملکی اصلاحات اور انتظامات

تیمور اپنے جانشینون کے کارنامے مین ہمیشہ ملکی فتوحات اور وسعت حدود ڈھونڈھیگا۔ عالمگیر اس امتحان مین پورا اُتر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کرچکا ہے دکن کی دو سلطنتین حدود حکومت مین شامل ہوگئی ہین مختصر یہ کہ اس کے عہد مین تیموری حکومت کے حدود جس قدر وسیع ہوئے کبھی نہین ہوئے تھے لیکن ہم کو عالمگیر کی تاریخ حکومت مین تیمور کے مذاق کی پیروی کی ضرورت نہین۔ چنگیز خان نے بھی ملک فتح کیے تھے۔ سکندر بھی بہت بڑا کشورستان تھا۔ لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات مین عالمگیر نے کیا کیا ہے۔ اسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ تمام سلاطین کے زمانے مین مالگذاری کے علاوہ بیسیون ناجائز ٹکس اور محصول جاری تھے جنکی مجموعی تعداد۔ مالگذاری کے برابر پہونچ جاتی تھی مثلاً **چنگی پاندری** (مکان کاٹکس) سرشماری۔ **برشماری۔ برگدی۔ طوغانہ۔ جرمانہ شکرانہ** وغیرہ وغیرہ ان محصولونکی تعداد اسّی تک پونہچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خافی خان نے لکھا ہے کرورون سے زیادہ تھی **عالمگیر** نے یہ تمام محاصل یک قلم موقوف کردیے۔

۲۔ اکبر کے زمانے مین مالگذاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا۔ اُس کی پھر تجدید اور ترمیم کبھی نہین ہوئی عالمگیر نے اپنے زمانے مین ترمیم و اصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل طیار کیا چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جدو ناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اس کو معہ

انگریزی ترجمہ کے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے جرنل مین چھاپا ہے ہم تطویل کے لحاظ سے اس کو نقل نہین کر سکتے۔ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہو گا کہ عالمگیر کے زمانے مین محاصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اسوقت تک کبھی نہین ہوا تھا چنانچہ ہم عہد بہ عہد کی تفصیل لکھتے ہین[1]

عالمگیر	شاہجہان	اکبر
چار کرور پونڈ یعنی ساٹھ کرور روپیہ	دو کرور ستائیس لاکھ پچاس ہزار پونڈ	ایک کرور نوے لاکھ پونڈ

عالمگیر کے حدود حکومت مین جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدر آباد۔ بیجاپور۔ آسام۔ چاٹگام۔ اور تبت تھا لیکن ان تمام ممالک کی آمدنی دس بارہ کرور سے زیادہ نہین ہو سکتی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ بندوبست کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مرجاتا تھا تو اسکی تمام جائداد اور اسباب ضبط ہو کر شاہی خزانے مین داخل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانے مین نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا لیکن اس مین شبہہ نہین کہ یہ طریقہ بہت سی برائیون اور بے رحمیون کا سرچشمہ بنگیا تھا۔ عالمگیر نے اس قاعدے کو سرے سے موقوف کر دیا مآثر عالمگیری مین ہے (صفحہ ۵۳۱)

واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی بناشند از اعقاب آنہا کہ متصدیان

بادشاہی در ایام سلاطین سابق بہ فراوان احتیاط ضبطے نمودند و این معنی سبب آزار ماتمزدگان

[1] لین پول صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ لین پول نے نہایت صحیح ماخذون سے اس کے متعلق مفصل رپورٹ لکھی ہے ؛

واقربا دجیران سے شد۔ عفو فرمودہ بودند۔

خافی خان اور لین پول بھی اصل واقعہ سے انکار نہین کرتے لیکن کہتے ہین کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امرا اس کے احکام کی پوری تعمیل نہین کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔

۴۔ سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیائے اسلام کی تاریخ خالی ہے یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے مقابلے مین اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اس کی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔ عالمگیر نے ۱۰۸۳ھ؁ مین یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع مین سرکاری وکیل مقرر کیے جائین اور عام منادی کرادی جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعوی ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جوابدہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے خافی خان لکھتا ہے (صفحہ ۲۴۹)

درین سال ازراہ حق پرستی وعدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور شہر ہا منادی نمایند کہ ہر کہ بر ذمہ بادشاہ طلب و دعوی شرعی داشتہ باشد حاضر گشتہ بوکیل بادشاہی رجوع نماید۔ بعد اثبات حق خود رابستاند۔ و فرمودند کہ وکیل شرعی ازطرف آن بادشاہ دادگر برائے جواب خلق اللہ کہ دسترس برسیدن حضور نداشتہ باشند در حضور و بلاد و در و نزدیک مقرر نمایند و در ہمہ صوبجات وکیل شرعی تعین گردیدند۔

۵ ملک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لیے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کے صیغے کو نہایت وسعت دی اگرچہ اس مین شبہہ نہین کہ یہ محکمہ خطرے سے خالی نہین۔

اگرچہ پرچہ نویس خودغرض اور راشی ہون تو ان سے بڑھ کر کوئی چیز ملک کے برباد کرنیوالی نہین ہوسکتی۔ لیکن اس مین شبہہ نہین کہ ملک کے ایک ایک جزئی واقعہ سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروق مامون الرشید ناصر لدین اللہ عدل اور انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اس کو نہایت وسعت دی تھی۔ البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھا ایک موقع پر خود ایک رقعہ مین لکھتا ہے۔

ازان جاکہ سوانح نگاران برائے اغراض نفسانی چیزہاے بسیار برخانہ زادان تربیت کردۂ ما سے بندند باید کہ آن فدوی بہ دیوان بزنگارد کہ ہمہ مراتب راچنانچہ باید تحقیق نمایدو بہ حضور معروض دارد۔

معزالدین اپنے پوتے کو ایک رقعہ مین ایک واقعہ نگار کے متعلق لکھتا ہے۔

اگر دانند خدمت واقعہ نگاری بہ دیگرے مقرر نمایند کہ حالا واقعہ نگار واقعہ نگار نماند

اعظم شاہ کو ایک رقعہ مین لکھتا ہے۔

واقعہ نگار وہرکارہ ہائے معتبر ومحتاط در محال بگذارند و روزمرہ احکام عمال بخوانند ......

پرچہ نویسی کے انتظام کی بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک کونے کی خبر عالمگیر کو پونہچتی تھی۔ اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ وہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور اُن کی آسایش وآرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت مین اسکی

نظیر بہت کم مل سکتی ہے اس کے رقعات پڑھو۔ شہزادون۔ صوبہ دارون عاملون کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہے اور واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے۔ ہزارون کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے تو فوراً اس کو خبر لگ جاتی ہے اور وہان کے عامل سے بازپرس کرتا ہے۔

۴- عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر کیسان حاوی اور باخبر ہونا ہے وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے مہات مین مصروف رہتا تھا جنسے دم لینے کی مہلت بھی نہین مل سکتی تھی، دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اس کی آگہی سے مخفی نہین رہ سکتا تھا اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور غور رسی سے انجام دے سکتا تھا۔

الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہین گزرا ہے ان کو بھی مجبوراً لکھنا پڑا۔

”وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی کامون کے لحاظ حیثیت سے کرتا رہا۔ لشکرکشیون کے نقشے سوچتا تھا لشکرکشیون کے زمانے مین ہدایتین جاری کرتا تھا سرداراس کے قلعون کے نقشے بہ این مقصود اس کے خدمت مین ارسال کرتے تھے کہ حملون کے مقامون کو مقرر کرے۔ اس کے رقعون مین پٹھانون کے ہوار ملکون مین سڑکون کے جاری کرانے اور ملتان۔ آگرے کے فسادون کو ڈہانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیرین مندرج پائی جاتی ہین اور اسی عرصہ مین فوج کا کوئی

ٹکڑا یا بار برداری کی کوئی رسد نہ تھی جس کا کوچ مقام دکن سے ایسے حکمون کے بدون پایا جائے جن مین سے تھوڑے بہت حکمون کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھون سے جاری نہ کیا ہو ضلع کی مالگذاری کے ادنے افسر کا تقرر یا کسی دفتر کے کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگزارون کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسون اور آنے جانے والون کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبرون کی اصل و بنیاد پر ہمیشہ فہمایش اور ہدایتون کے وسیلے سے اُن کو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا۔ مگر تفصیل جزئیات پر ایسے ذوق شوق سے ملتفت ہونا جیسے کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے ویسی ہی کام کاج کی اصلی ترقی اور اجراے کار کی ذاتی عروج کے لیے چندان مفید نہین۔ مگر " جو کہ اورنگ زیب کی ذات و طبیعت مین التفات جزئیات کے ساتھ بڑی چابکی و چالاکی سلطنت کے عمدہ عمدہ کامون مین بھی پائی جاتی تھی تو اس سے طبیعت کی آمادگی اور نہایت گرمجوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے مین بڑی عجیب و غریب سمجھی جاتی ہے[۱]

۷۔ ایشیائی سلطنتین اس بات مین ہمیشہ بدنام رہین کہ عمال اور عہدہ دار اکثر رشوت خوار ہوتے تھے اس رشوت خواری کے اسباب مین سے بہت بڑا قوی سبب پیشکش اور نذرانہ کی رسم تھی یعنی تمام وزرا، امرا، عمال سالانہ جشن مین بادشاہ کو نہایت گران قیمت نذرانے پیش کرتے تھے۔ یہ نذرانے اکثر لوگون کی سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر

[۱] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صفحہ ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰۔

پڑجاتے تھے۔ اس بناپران لوگون کو اس نقصان کی تلافی کے لیے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی۔ جہانگیر اپنی تزک مین ان نذرانون کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجے سے کرتا ہے۔ اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے۔ بعض نذرانون کی تعداد کرور سے زائد ہوگئی ہے۔ اگرچہ اس کے مقابلے مین بادشاہ بھی بےشمار انعامات و اکرامات کرتا تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانون کا پورا بندوبست ہوجاتا تھا۔ اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت مین نہین ہوتے تھے اور نذرانے مین جو چیزین پیش کی جاتی تھین خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھین بہرحال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت بُرا طریقہ تھا اور سیکڑون مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔

عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کر دیا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آتی ہے

۲۔ عالمگیر کے عہد حکومت کا سب سے بڑا روشن کارنامہ اس کا عدل و انصاف ہے عزیز و بیگانہ غریب و امیر۔ دوست دشمن۔ کی کچھ تمیز نہ تھی ایک رقعہ مین خود لکھتا ہے کہ معاملات انصاف مین شہزادون کو مین عام آدمیون کے برابر سمجھتا ہون۔ یہ محض دعوے نہین بلکہ غیرون نے بھی اس کی تصدیق کی ہے لین پول صاحب عالمگیر کے سوانح مین لکھتے ہین۔

اورنگٹن جس کی ذاتی سند توچندان قابل اعتبار نہین۔ لیکن جس نے اپنی رائے ایسے نکتہ چینون کی تحریر سے اخذ کی جس کو اورنگ زیب کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی یعنی یہ نکتہ چین بمبئی اور سورت کے تاجر ہین کہتا ہے مغل اعظم عدل کا دریائے اعظم ہو۔ نیچے تلے انصاف سے عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شاہنشاہ کے حضور مین سفارش۔ امارت اور منصب

کی کچھ پیش نہین جاتی۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔

"ڈاکٹر کاریری نے بھی جس نے اورنگ زیب کو بمقام دکن ۱۶۹۵ء مین دیکھا تھا اسکا بھی چال چلن بیان کیا ہے[۵۱]۔

ایک اور موقع پر لین پول لکھتا ہے۔

سیاحون کی مخالفانہ نکتہ چینیان اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہین جب تک وہ شاہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہین تو سوائے کلمات تحسین اور کچھ نہین لکھتے۔ اس کے پچاس برس کی دراز حکومت مین ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہین ہے حتیٰ کہ ہندوؤن کے ستانے مین بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو تھا سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہین پیش آئی[۵۲]۔

عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ و جلال۔ شان و شوکت۔ ناز و نعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ وہ انتہائے پیری تک۔ دربار مین کھڑے ہو کر رعایا کی عرضیان لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے ان پر حکم لکھتا تھا ڈاکٹر جیلی کریری نے اٹھتر برس کی عمر مین عالمگیر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہے۔

---

۵۱ ترجمہ لین پول صفحہ ۷۵، ۷۶۔

۵۲ ترجمہ لین پول صاحب صفحہ ۷۵

کہ وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیرون کے جھرمٹ
مین کھڑا ہوا تھا اور اسکی پگڑی مین بڑا انگڑا زمرد کا ٹنکا ہوا تھا۔ داد خواہون کی عرضیان لیتا جاتا
تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش
چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شادان و فرحان ہے[۵۱]

وہ دن مین دو تین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنی اسوادنی آدمی جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے سنتا تھا۔[۵۲] مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوکہ پر قتل کا الزام قائم ہوا عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت مین تحقیقات کی جائے کام بخش نے اس کی حمایت کی عالمگیر نے دربار مین کام بخش کو بلا بھیجا کام بخش اس کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہین کرتا تھا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جائے چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

۴۵ھ جلوس مطابق ۱۱۱۳ھ مین حسن ابدال کے سفر مین عالمگیر نے ایک دن ایک باغ مین قیام کیا دیوار کے نیچے ایک بڑھیا کا مکان تھا بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس مین باغ سے پانی آتا تھا۔ سرکاری آدمیون نے پانی روک دیا اور پن چکی بند ہو گئی عالمگیر کو خبر ہوئی اسی وقت پانی کھلوا دیا۔ رات کو جب خاصہ پر بیٹھا تو دو قاب کھانے کے اور ۱۵ اشرفیان شیخ ابوالخیر کو دین کہ جا کر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو

---

۵۱ ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علیگڈھ صفحہ ۱۳۲۔

۵۲ مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۰۔

کرو کہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی تم معاف کرو صبح ہوئی تو پالکی بھیجکر بڑھیا کو بلوایا اور حرم مین بھیجا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیاں اور دو بچے ہین۔ دو سو روپے عنایت کیے۔ مستورات نے اس کو زر و جواہر سے مالامال کر دیا۔ دو تین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لیے دو ہزار روپے عنایت فرمائے بیگمات اور شہزادون نے روپے اور اشرفیان برسا دین یہان تک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہو گئی[۵۱]۔

درشن کے طریقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی داد خواہ آئے تو اس کی عرضی رسی مین باندھکر اوپر پہونچا دیجائے[۵۲]۔

اس قسم کے سیکڑون واقعات ہین لیکن ایک آرٹکل مین یہ تمام کارنامے نہین سما سکتے۔

عالمگیر کے واقعات پڑھو ہر ہر سطر مین نظر آتا ہے کہ کس تاکید۔ کس اہتمام۔ کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام۔ اور فرامین بھیجتا رہتا ہے۔ اور دل سے لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہ ہونے پائے۔

۸۔ تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نمونے تھے۔ لیکن حکومت کا نظام تمام تر بادشاہ پرستی پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود ما فوق الفطرۃ ہے

۵۱ مآثر عالمگیری صفحہ ۱۲۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴۔

۵۲ مآثر عالمگیری صفحہ ۹۵۔

وہ خدا کا سایہ نہین بلکہ خدا کا مظہر ہے، اکبر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کے وقت ایک گروہ کثیر یہ عبادت بجالاتا تھا۔ دربار مین بادشاہ کو علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا شاہ جہان نے سجدہ بند کیا لیکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدے کی دوسری صورت تھی۔ بادشاہ کے مصارف خورونوش۔ لباس وپوشاک۔ سیر وسفر۔ ان سب پر لاکھون کرورون روپے خرچ ہوتے تھے سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکم الحاکمین کا یہ اصلی حق ہے۔ بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقۂ عبودیت کے عرض معروض نہین کرسکتا تھا۔ غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہو تو ہو۔ لیکن دنیا کا خدا تو بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ اسی بنا پر تیمور کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے۔ زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے بالکل برخلاف تھا اسلام نے مساوات کا اصول قائم کیا تھا جس کی رو سے بادشاہ و رعایا۔ امیر و غریب۔ شریف۔ رذیل سب کا ایک درجہ ہے۔

جو طریقہ تیمور کے عہد سے شاہ جہان تک روز افزون وسعت حاصل کرتا آیا تھا عالمگیر اس کو سرے سے بدل نہ سکا۔ لیکن نہایت کوشش کی کہ خدایانہ عظمت و جلال کا رنگ سلطنت کے چہرے سے اُتر جائے۔

سنہ ۱۰۷۹ء مین درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ صبح کو بطور عبادت بادشاہ کا جمال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک زیارت نہین کرلیتے تھے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اس کو قطعاً موقوف کردیا[1]

---

[1] خافی خان صفحہ ۲۱۳ حالات عالمگیر۔

دربار مین شعرا مقرر تھے جو بادشاہ کی مدح لکھکر لاتے تھے اور بادشاہ کو خدا کا ہمسر بناتے تھے۔ ان کی بڑی بڑی تنخواہین ہوتی تھین اور ایک شخص سب کا افسر یعنی ملک الشعرا ہوتا تھا۔ اسی سنہ مین عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی سرے سے بند کر دیا[۵۱]

نوروز کے جشن مین۔ تمام امرا بادشاہ کی خدمت مین بڑی بڑی نذرین پیش کرتے تھے۔ بعض بعض نذرون کی تعداد کرور سے متجاوز ہو جاتی تھی۔ جہانگیر ان نذرون کو نہایت تفصیل سے مزہ لیکر لکھتا ہے عالمگیر نے سنہ ۲۱ جلوس مطابق ۱۰۸۸ھ مین یہ طریقہ موقوف کر دیا۔ مآثر عالمگیری مین ہے۔ (صفحہ ۱۶۲)

"بخشی الملک صفی خان مخاطب شد۔ کہ ما جشن موقوف کردیم۔ پیشکش امیر الامرا۔ والیان ہند و دیگر نوئینان ہم نگذارند"

دربار مین جس قدر تکلف اور ساز و سامان کیا جاتا تھا۔ سب بند کر دیا۔ یہانتک کہ چاندی کی دوات کے بجائے چینی کی دوات کا حکم دیا۔ انعام کی رقمین چاندی کی کشتیون مین لاتے تھے حکم دیا کہ سپر مین رکھ کر لائین۔[۵۲] زربفت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کر دیے

دربار مین یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اس لیے صرف سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے۔ ۱۰۸۸ھ مین عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقے کے بجائے لوگ

---

۵۱ خافی خان ۲۱۳

۵۲ مآثر عالمگیری صفحہ ۱۶۲

معمولاً سلام علیکم کہا کرین۔[۹۱]

عالمگیر نے مختلف موقعون پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے جتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے اس کے حقوق عام لوگون کے برابر ہین سنہ ۱۶ جلوس مطابق ۱۰۸۳ھ مین عالمگیر بقرعید کی نماز کو جا رہا تھا۔ واپسی مین ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آکر لگی۔ گرزبردار اس کو گرفتار کر کے لائے عالمگیر نے کہا چھوڑ دو۔[۹۲]

سنہ ۳۱ جلوس مین جب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا ایک شخص تلوار علم کیے ہوئے اس کی طرف دوڑا۔ لوگون نے گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر دینا چاہا عالمگیر نے روکا اور ۵ ریومیہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا (مآثر عالمگیری)

یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو مجرم کے ٹکڑے اُڑا دیے گئے ہوتے۔

سلاطین سابق کے زمانے مین بادشاہ کی جیب خرچ کے لیے کرورون روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤن اور چند نمک سارا اپنے مصارف کے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ باقی کو بیت المال قرار دیا۔[۹۳]

اس کی زندگی بالکل سادی اور زاہدانہ تھی ٹورنیر نے اسکو ۱۶۶۵ع مین دیکھا تھا وہ لکھتا ہے۔

---

۹۱ مآثر عالمگیری۔

۹۲ مآثر عالمگیری

۹۳ مآثر عالمگیری صفحہ ۹۲۵

”وہ نحیف وزار ہو گیا تھا اور اس لاغری مین اس کی روزہ داری نے اور اضافہ کر دیا تھا“

لین پول صاحب لکھتے ہین

”اورنگ زیب فرصت کے وقت کلاہین بنایا کرتا تھا“

کلاہون کا بنانا یقینی ہو یا نہ ہو لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عالمگیر خود اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی خوراک بہم پہونچاتا تھا۔ اور یہ سب باتین اسی طرز عمل کے مٹانے کے لیے تھین جس سے بادشاہ کا درجہ خدا کے قریب قریب قائم کر دیا گیا تھا۔

۱۰۔ عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جس قدر ترقی دی ہندوستان مین کبھی کسی عہد مین نہین ہوئی تھی، ہر ہر شہر اور قصبے مین تمام علما اور فضلا کے وظائف اور روزینے مقرر تھے جسکی وجہ سے وہ مطمئن ہو کر تعلیم اور تعلم مین مشغول رہتے تھے اس کے ساتھ ہر جگہ طالب علمون کے لیے وظائف مقرر تھے۔ مآثر عالمگیری مین ہے

”در جمیع بلاد و قصبات این کشور وسیع۔ فضلا و مدرسان را بہ وظائف لائقہ از روزانہ و املاک موظف ساختہ برائے طلبہ علم وجوہ معیشت درخور حالت و استعداد مقرر فرمودہ اند (صفحہ ۵۲۹)

ندوۃ العلما کی نمایش گاہ علمی مین جو بنارس مین قائم ہوئی تھی۔ ہم نے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عہد کے فرامین بہم پہونچائے تھے ان مین دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کے فرامین تھے اور یہ کل فرامین کسی عالم یا درویش کی جاگیر یا مدد معاش کے متعلق تھے اہل علم کے وظائف کے لیے جو فرمان ہم کو ہاتھ آتا تھا۔ عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا۔

تمام ملک مین سرائین۔ کاروانسرا۔ مسافرخانے بنوائے۔ اور اکثر اضلاع مین غلہ خانے قائم کیے کہ قحط کے وقت غربا کو مفت غلہ تقسیم کیا جائے

مذہبی حیثیت

عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعوے نہ تھا تاہم وہ مسلمان بادشاہ تھا اور اُس کا فرض تھا کہ وہ حکومت مین اُس قدر اسلامی شان باقی رکھے جس قدر ایک اسلامی حکومت کے لیے اصل عنصر کے لحاظ سے ضروری ہے اکبر نے جس رنگ مین سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا۔ اور جس کی یادگارین شاہجہان کے زمانہ تک بھی باقی تھین وہ اگر قائم رہتا تو تیموری سلطنت ایک ہندو سلطنت بن چکی تھی۔ اسلامی شعار بالکل مٹ چکے تھے عام دربار کا لباس گھیردار پاجامہ اور ہندوانی پگڑی تھی راجاؤن کی طرح سلاطین زیور پہنتے تھے۔ دربار مین سلام وغیرہ کے بجائے سجدہ یا پالگی رائج تھی۔ یہ بے غیرتی اسقدر بڑھی کہ بے غیرت مسلمانون نے ہندوؤن کو لڑکیان دینی شروع کین۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہین۔ عالمگیر نے عنان سلطنت ہاتھ مین لی تو اس کا یہ فرض تھا کہ اسلامی شعائر دوبارہ قائم کرے۔ اس نے سب سے پہلے ۱۰۶۹ھ مین یعنی تاریخ جلوس کے ایک ہی برس کے بعد سنہ شمسی کو جو پارسیون کی تقلید سے قائم کیا گیا تھا۔ قمری سے بدل دیا۔ یہ اگرچہ بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن اسی قسم کی معمولی باتون سے دنیا مین سیکڑون قومین بنین اور فنا ہوگئین۔

درشن کا طریقہ بالکل اسلام کے مخالف تھا۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اُس نے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجے پر رکھا۔ کبھی کسی انسان کی پرستش

اور عبادت کی اجازت نہین دی لیکن درشن کا طریقہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔

چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۹۰ء مین اسکو سرے سے بند کردیا۔

۱۰۸۲ء مین سلام مسنون کا طریقہ جاری کیا اور حکم دیا کہ عام طور پر مسلمان آپسمین ملنے جلنے کیوقت یہی طریقہ برتین۔

گانا بجانا بھی دربار کا ایک لازمہ قرار پاگیا تھا۔ اور ہر روز ایک وقت معین تک دربار شاہی رقص و سرود کا تماشاگاہ بنجاتا تھا۔

عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ مآثر عالمگیری مین بہ تصریح لکھا ہے فن موسیقی کا ماہر تھا لیکن مزامیر کے ساتھ گانا چونکہ شرعاً ممنوع ہے اور دربار شاہی کی شان کے بالکل خلاف ہے عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بند کردیا۔ گویون نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر نے دیکھکر کہا ہان مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اُٹھے۔

احتساب کا مستقل محکمہ قائم کیا۔ اور تمام اضلاع مین محتسب مقرر کیے جنکا کام یہ تھا کہ لوگون کو منہیات اور ممنوعات سے باز رکھتے تھے۔ اس محکمہ کے افسر ملا وجیہ الدین تھے۔

تمام ممالک مین جسقدر مسجدین تھین۔ سب مین امام۔ موذن۔ خطیب مقرر کیے جنکی تنخواہین سرکاری خزانے سے ملتی تھین[1]

سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلے کے لیے کوئی ایسی

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹۔

جامع مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس مین تمام مفتی بہ مسائل جمع کر دیے گئے ہون اور جن سے ہر شخص بآسانی مسائل کا استخراج کر سکے۔ عالمگیر نے تمام علما و فضلا کو جمع کر کے تصنیف کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا جسکے افسر ملا نظام تھے۔ اس کام کے لیے شاہی کتب خانہ جس مین بے شمار کتابین فراہم تھین وقف کر دیا۔ کئی برس کی لگاتار محنت کے بعد وہ کتاب طیار ہوئی جو آج عالمگیری کے نام سے مشہور ہے۔ اور عرب و روم مین فتاوے ہندیہ کہلاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ علما کی تنخواہین کچھ بہت زیادہ نہ تھین چنانچہ ہم نے مآثر الامرا مین کسی کا روزینہ تین روپے سے زیادہ نہین دیکھا ہے۔ تاہم دو لاکھ روپے صرف ہو گئے اُس کتاب کا یہ خاص امتیازی وصف ہی کہ جو مسائل تمام کتب فقہ مین پیچیدہ الفاظ مین پائے جاتے تھے ان کو اس قدر آسان کر کے لکھا ہی کہ ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہے۔

فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج تھا۔ ایک ایک قصبہ مین مذہبی علما علوم مذہبی کی درس و تدریس مین مشغول تھے اور ان کو سرکار کی طرف سے وظیفے ملتے تھے۔

خود بھی اوامر و نواہی کا نہایت پابند تھا ہمیشہ باوضو رہتا تھا۔ ہمیشہ نماز جماعت سے پڑھتا تھا ہفتے مین ہمیشہ تین دن روزے[۱] رکھتا تھا۔ عیش و نشاط کی مجلسون مین کبھی شریک نہین ہوا۔

ایک عجیب بات یہ ہی کہ باوجود اس دینداری اور مذہبی وارفتگی کے وہ ظاہر پرست

۱؎ مآثر عالمگیری خاتمہ۔

اور سریع الاعتقاد نہ تھا۔ اس کی دینداری دیکھ کر **شریف مکہ** نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے اس پر عالمگیر ایک رقعے مین لکھتا ہے۔

شریف مکہ معظمہ در ہندوستان دولت بے شمار شنیدہ ہر سال برائے طلب نفع خود ایلچی می فرستد۔ این مبلغان کہ می فرستیم برائے مستحقین ست۔ بجہت او فکرے بجا باید نمود کہ بہ آن جماعت برسد و دست این متلف حق بران نرسد۔

یعنی شریف مکہ ۱۲

ذاتی اوصاف

شجاعت و بہادری۔ تیمور کے خون مین سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈھنا چاہیے عالمگیر اس وراثت کا سب سے بڑا حصہ دار ہے تیمور کی نسل بابر سے شاہ جہان تک شجاعت اور بہادری کا مرقع ہے، جس مین ایک دوسرے سے ممتاز نہین نظر آسکتا۔ **اکبر** مست ہاتھیون کو عین لڑنے کی حالت مین سونڈ پکڑ کر پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ شاہ جہان نے شاہزادگی مین تلوار سے شیر مارا ہے۔ لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط و خال اس مرقع مین نمایان ترہین۔ وہ جب چودہ برس کا تھا تو ایک موقع پر جب **شاہ جہان** ہاتھیون کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا ایک ہاتھی فوج کیطرف ٹوٹ پڑا اور مطلع صاف تھا۔ لیکن عالمگیر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا۔ ہاتھی نے اس کے گھوڑے کو سونڈ مین پکڑ کر دور پھینک دیا۔ عالمگیر لوٹ پوٹ کر اٹھا اور بڑھ کر ہاتھی پر تلوار ماری اس معرکے کو تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے ابو طالب کلیم ملک الشعراے شاہ جہان بھی اس موقع پر

موجود تھا اُس نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔ چنانچہ چند اشعار ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں

به مهمانئے گوش ارباب هوش — یکی قصه دارم به من دار گوش
ز مردم من این نقل بشنیده ام — من از دل شنیدم دل از دیده ام
چو آراید این قصه هنگامه را — شمارند افسانه شهنامه را
صباحے شهنشاه گیتی فروز — شهِ معدلت گسترِ ظلم سوز
به درشن برآمد چو خور بر سپهر — جهان از رخش غرق انوار مهر
خلائق چو بعد از زمین بوس شاه — گرفتند درخورد خود جایگاه
به فیلان جنگی چو نوبت رسید — در آن عرصه آمد قیامت پدید
فتادند فیلان جنگی بهم — پے جنگ خرطوم ها شد علم
دوید از قضا زان دو فیلِ مهیب — یکے سوے شهزاده اورنگ زیب
به مردی ز جا یکسرِ مو نه شد — ز راهِ چنین سیل یک سو نه شد
یکی نیزهٔ برق سان تافته — نظر از رگِ غیرتش یافته
ز قدرت چنان زد به پیشانیش — که جست از قفا برق رخشانیش
دران کوهِ پیکر نهان شد سنان — دگر بار در رفت آهن به کان
ز خرطوم انداخت پیچان کمند — فتاد اسپ شهزاده در پیل بند
گرفت اسپ و شهزاده بُد بے سوار — ز بیم آب شد زهرهٔ روزگار
بیفشرد بر اسپ دندان کین — برآمد خروش از زمان و زمین

چو دار اسپ سامان جولان ندید	چو شہبازے از خانۂ زین پرید
ہمان دم کہ بر خاک پا را فشرد	روان دست جرأت بہ شمشیر برد
علم کردہ شمشیر بر وے دوید	گزان سوے فیلِ غنیمش رسید
چو نبود پسندیدۂ پر دلان	کہ گیرد یکے را دو تن درمیان
ز روے مروت از و دست داشت	بہ پیکار پیل غنیمش گذاشت

شاہ جہان یہ ردوبدل خود دیکھ رہا تھا ہاتھی ہٹا تو عالمگیر کو بلا کر سینہ سے لپٹا لیا اور اسپر سے موتی اور روپے نچھاور کیے۔

دارا شکوہ کی جنگ مین ۲۵۔۳۰ ہزار فوج سے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے مقابلے مین معرکہ آرا ہوا ہے۔ اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اُس وقت اُس نے جو شجاعت ظاہر کی ہے اس کو لین پول ان الفاظ مین لکھتا ہے۔

جنگ کی یہ نازک حالت ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ اُس کے چیدہ سے چیدہ رسالے پسپا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور مشکل سے ایکہزار آدمی اُس کے گرد ہونگے اور ان کو بھی دارا کے حملون کا انتظار تھا اس سے زیادہ مستقل رستمانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہوگی لیکن اورنگ زیب کے بدن مین بجائے پٹھون کے فولاد کے تار تھے صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ فوج پر فتح دی۔

عالمگیر کی اس جرأت انگیز شجاعت۔ اور اس تعجب خیز عزم وثبات۔ کو بڑھاپا۔ کمزوری۔ مصائب سفر۔ تواتر حوادث۔ کوئی چیز کم نہ کرسکی۔ سنہ ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۶۹ء مین جب بہ مقام "ستارا" مرہٹون نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج مین بربادی پھیلی تو یہ بیاسی کا برس کا بوڑھا شاہنشاہ جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پونہچا۔ آدمیون کی لاشون کا ڈھیر لگوایا اور چاہتا تھا کہ حملہ کی سرداری خود کرے لیکن بڑی دقت سے اس کو اس ارادے سے باز رکھا گیا اب بھی وہ وہی سامو گڈھ کا جوان تھا جس نے اپنے ہاتھی کے پاؤن مین بیڑیان ڈلوادی تھین"۔

یہ لین پول کے الفاظ ہین۔ خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے

"چون دانستند کہ مبارزان قلعہ کشا حوصلہ باختہ اند۔ خود بہ دولت براسپ × سوار شدہ برسر کار آمدہ فرمودند کہ لاش مُردہا را بالاے ہم فراہم آوردہ سینہا را سپر تیر بلا ساختہ × قدم یورش پیش گذارند۔ چون در مردم اثر حرف شنیدن مشاہدہ نہ نمودند خواستند خود بذات شریف + پیش قدم بہادران جان نثار گردند۔ ارکان سلطنت بہ الحاح وتضرع ازین جرأت مانع آمدند"

یہ وہ وقت تھا کہ ہزارون آدمی سُرنگ کے اُڑنے سے برباد ہوگئے تھے اور فوج نے حملہ کرنے سے بالکل انکار کردیا تھا۔ عالمگیر کے عزم وثبات کی تصویرین سیکڑون مرقعون مین ملسکتی ہین جن مین ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ شاہزادگی کے زمانے مین بلخ کی مہم پر گیا تھا اور عبدالعزیز خان سے معرکہ آرا تھا تو عین حالت جنگ مین نماز ظہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجین چارون طرف

سے تیر برسا رہی تھین، یہ استقلال کا دیوتا گھوڑے سے بہ کمال متانت اُترا۔ نماز کی صف قائم کی، سکون واطمینان کے ساتھ فرائض اور نوافل ادا کیے۔ عبد العزیز خان یہ حیرت انگیز سمان دیکھ کر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔[۵۱]

الفنسٹن صاحب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف مین ایک لفظ بھی، عالمگیر کی قسمت کی کی یاوری ہے، تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کے استقلال کا ایک جُدا عنوان قائم کیا ہے جنمین تفصیل سے واقعات لکھے ہین۔ اور ان پر سخت حیرت ظاہر کی ہے۔ ہم طول کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین۔ فوج کے سب سے دلاور سپاہی بارہ کے سادات گنے جاتے تھے اور اس مین شبہ نہین کہ تیموریون کے اکثر معرکے انھین نے سر کیے ہین۔ ایک موقع پر ان لوگون نے دہ باریون سے خانہ جنگی کی عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے محکمہ مین یہ مقدمہ پیش ہو۔ سادات نے کہا۔ ہم اپنا فیصلہ خود کر لینگے۔ عالمگیر نے آستین چڑھا کر کہا کہ جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہین وہ شریعت کے حکم کے مقابلے مین ایسے الفاظ منھ سے نکالتے ہین کہ دُم سب ملک آئین، یہ کہکر حکم دیا کہ پہرہ وغیرہ پر جس قدر سادات بارہ ہین سب برطرف کر دیے جائین۔ سادات کا وہ تمام غرور جاتا رہا، شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہے اور ستر ہزار راجپوتون کو لیکر قریب آگیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی۔ باقی فوجین نہایت دور دراز مقامات پر تھین۔ لیکن عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر شہزادہ خود پسپا ہو کر چلا گیا۔

---

۵۱ مآثر عالمگیری صفحہ ۲۳۱۔

شہزادۂ اعظم شاہ جس کی دلیری اور بہادری کا تمام ملک مین سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جو معاملہ گذرا۔ عام طور پر مشہور ہے۔ جس کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو شہزادہ کا رنگ زرد پڑجاتا تھا اس قسم کے بے شمار واقعات ہین جنکا شمار نہین ہو سکتا۔

عالمگیر تیغ و قلم دونون کا مالک تھا۔ اس کی انشا پردازی کی داد مخالفون تک نے دی ہے اس کے رقعے باوجود اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ قصہ طلب حوالون کا مجموعہ جغرافیانہ اطلاعون کی یادداشت ہین۔ تاہم اداے مطلب کی قدرت۔ عبارت کی سادگی فقرون کی ہمواری۔ مطالب کا اختصار۔ پہلو بہ پہلو جلے۔ دلنشین ترکیبین نہایت حیرت انگیز ہین۔ یہان تک کہ اردو کے سب سے بڑے انشا پرداز مولوی محمد حسین آزاد کو بھی بادل ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑے[1]۔

---

[1] مولانا آزاد لکھتے ہین۔ عالمگیر نے دل معتدل اور زبان قادر البیان پائی تھی اس لیے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا کاغذات پر خود حکم چڑھاتا تھا وہ ۵۰ برس سلطنت کرکے ۱۱۱۸ھ مین فوت ہوا اس کی تحریرین دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جس طرح اورنگ سلطنت زیر قدم رکھتا تھا اسی طرح کشور سخن بھی زیر قلم۔ دیکھو اسکے چھوٹے چھوٹے فقرے ملک رانی کے پیچون مین اُلجھے ہوئے ہین مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ مین محاورے کا نمک دیا ہوا ہے۔ تمام انتظامی ہدایتین اور اکثر اخلاقی نصیحتین ہین کہ تاثیر مین ڈوبی ہوئی ہین اُس کی تحریر کو گلستان سے تشبیہ دون تو مضائقہ نہین اتنا فرق ہوگا کہ گلستان کے خیالی مضامین ہین اور اس کے حالی، عبارت اسکی جتنی پڑھنے مین سہل ہے اُتنی ہی لکھنے مین دشوار ہے۔

عالمگیر کے رقعات سے انشا پردازی کے علاوہ اس کی وسعت معلومات، مسائل دینیہ کی اطلاع عام باخبری خوش مذاقی اور حسن انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عالمگیر کے عام اخلاق و عادات یہ تھے۔ نہایت سنجیدہ اور متین تھا۔ کبھی نامناسب لفظ اُس کی زبان سے نہین نکلتا تھا۔ نہایت رحیم اور وسیع الظرف تھا۔ اہل کمال کا نہایت قدردان تھا۔ لوگون سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا۔ نہایت خشک زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ لہو ولعب کی باتون سے قطعاً محترز تھا۔"

تم کو حیرت ہوگی کہ ان کمالات کا شخص اس قدر کامیاب کیون نہ ہوا جس قدر ہونا چاہیے تھا اس کی چند وجہین ہین۔

۱۔ اس کی اولاد لائق نہ ہوئی اس کا جانشین **بہادر شاہ** دوپہر چڑھے دن کو سو کر اُٹھتا تھا۔ اس سے اس کے اور اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

۲۔ باوجود تمام خوبیون کے۔ عالمگیر مین یہ بڑا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت اور استقلال کی وجہ سے کسی کو خاطر مین نہین لاتا تھا اور اس وجہ سے کسی کو وہ اپنا دوست نہ بنا سکا۔

۳۔ مرہٹون کے تعاقب مین اس نے زائد از ضرورت اپنی کوشش صرف کی۔

۴۔ مزاج مین سخت کفایت شعاری تھی۔ یہ وصف حضرت عمر فاروق کے جانشین کے لیے گو موزون ہے لیکن **شاہ جہان** کے تخت پر بیٹھنے کے لیے کام نہین آسکتا تھا۔

غرض عالمگیر کی جو تصویر اُس کے مخالفون نے کھینچی ہے اُس مین تو تمامتر تعصب اور عداوت کا رنگ بھرا گیا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہے کہ وہ انسانی کمزوریون سے پاک تھا۔ باوجود ان تمام خوبیون کے جو اس مین تھین ہم تیموری سلاطین کی فہرست مین وہی درجہ اس کو دیسکتے ہین جو اس کو ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا تاہم عام اسلامی دنیا مین اس کے بعد آج تک کوئی اس کے برابر کا شخص بھی نہین پیدا ہوا۔

تمام شد

اعلان

تصانیف شبلی نعمانی

شعر العجم

یہ کتاب تین جلدون مین ہے اسمین مشہور شعراے ایران و اکابر صوفیہ کے حالات اور کلام پر ریویو ہے

قیمت	جلد اول	دوم	سوم
	عا	عہ	عہ

علم الکلام

علم کلام کی مفصل تاریخ ہے قیمت عہ

مقالات

مصنف کے علمی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ جواب تک مرتب نہین ہوا تھا اب زیر طبع ہے۔

درخواستین

بنام مصنف

لکھنو کے پتہ سے آوین